353
جاسوسی سیریز
ہولناک واردات
اشتیاق احمد

16/6/97

محمود، فاروق، فرزانہ اور انسپکٹر جمشید

ہولناک واردات

اشتیاق احمد

ناشر : طاہر ایس ملک
تزئین : محمد سعید نامدار
سرورق : انداز
سرکولیشن مینجر: محمد یار مجر

طاہر ایس ملک
نے (صفدر علی) لال عبدالرشید پرنٹر، لاہور
سے چھپوا کر
انداز پبلی کیشنز (مطبوعات اشتیاق) لاہور
سے شائع کیا۔

قیمت 30 روپے

انداز
پبلی کیشنز

3۔ عابد مارکیٹ، جوائے شاد روڈ، ساندہ کلاں، لاہور۔
فون نمبر 7246356۔7112969

حدیث شریف

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ جس نے ہمارے اس معاملے میں (یعنی دین میں) کوئی نئی بات نکالی تو وہ مردود ہو گا۔

بخاری شریف، جلد نمبر ۱، صفحہ نمبر ۳۷۱

○

حضرت غضیف بن الحارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضور نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلّم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، کوئی قوم بدعت ایجاد نہیں کرے گی، مگر اسی کی مقدار میں سُنت ان سے اٹھالی جائے گی، سو سنت کو مضبوطی سے پکڑنا بدعت ایجاد کرنے سے بہتر ہے۔ (مطلب یہ کہ جتنی بدعات نکالی جائیں گی، اتنی ہی سنتیں دُنیا سے اُٹھالی جائیں گی)

مشکوٰۃ شریف، جلد نمبر ۱، صفحہ نمبر ۳۱

○

حضرت ابو ثعلبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ
حضور نبئ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
اللہ تعالیٰ نے کچھ فرائض متعین کیے ہیں، سو ان
کو مت ضائع کرو اور کچھ چیزوں کو حرام قرار دیا
ہے، سو ان کی پردہ دری مت کرو۔ اور کچھ حدود
مقرر کی ہیں، سو ان سے تجاوز نہ کرو۔ اور کچھ چیزوں
سے اللہ تعالیٰ نے بغیر نسیان کے سکوت کیا ہے، سو
ان سے بحث نہ کرو۔

(مطلب یہ کہ جن فرائض کا حکم دیا ہے، وہ کرو،
جن کو حرام کر دیا، وہ نہ کرو۔ جو حدیں قائم کی ہیں،
ان کی پابندی کرو، ان حدوں سے باہر نہ نکلو اور جن
چیزوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے خاموشی اختیار کی
ہے، ان کی کرید نہ کرو)

مشکوٰۃ شریف، جلد نمبر ۱، صفحہ نمبر ۳۷

دو باتیں

السلام علیکم!

آپ نے ایک محاورہ ضرور سنا ہو گا۔ خون سفید ہونا۔
ہونے کو تو اس دنیا میں اور بھی بہت سی چیزیں
سفید ہیں۔ یا دوسرے کسی رنگ کی ہیں جو سفید
ہو سکتی ہیں۔ لیکن خون کا سفید ہونا سب سے
زیادہ خوفناک، خطرناک اور ہولناک ہے۔ اور سب
سے زیادہ پریشانی کی بات یہ کہ یہ بیماری اب
بہت عام ہوتی جا رہی ہے۔ ایک زمانہ تھا۔
جب ڈھونڈے سے بھی کسی کا خون سفید نہیں ملتا
تھا۔ دور دور تک لوگ تلاش کرنے بھی اگر نکل
کھڑے ہوتے تو بہت مشکل سے ایک آدھ آدمی
ایسا مل سکتا تھا جس کے بارے میں یہ کہا جا سکتا
کہ اس کا خون سفید ہو گیا ہے۔ لیکن آج۔ آج
عالم یہ ہے۔ جسے دیکھو۔ اس کا خون سفید ہو چکا
ہے۔ سوال یہ ہے کہ۔ آخر یہ خون میں اس

ناول پڑھنے سے پہلے یہ دیکھ لیں کہ

- یہ وقت نماز کا تو نہیں —
- آپ کو سکول کا کوئی کام تو نہیں کرنا —
- کل آپ کا کوئی ٹسٹ یا امتحان تو نہیں —
- آپ نے کسی کو وقت تو نہیں دے رکھا —
- آپ کے ذمے گھر والوں نے کوئی کام تو نہیں لگا رکھا۔

اگر ان باتوں میں سے کوئی ایک بات بھی ہو تو ناول الماری میں رکھ دیں، پہلے نماز اور دوسرے کاموں سے فارغ ہو لیں، پھر ناول پڑھیں۔ شکریہ!

فقط:

اشتیاق احمد

واردات

اُس عمارت میں گونجنے والی چیخ بہت دل دوز تھی۔ ایک لمحے کے لیے تو فضا تھر تھرا اُٹھی۔ پھر لوگوں کے کمروں کے دروازے کھلنے شروع ہو گئے۔ انھوں نے ایک دُوسرے کی طرف دیکھا۔ ہر ایک کے منہ سے ایک ہی جملہ نکلا:

"چیخ کس کی تھی؟"

"ارے! تیمور تلبانی کے کمرے کا دروازہ ابھی تک بند ہے۔"

"ہائیں! اس لرزہ خیز چیخ سے ان کی آنکھ نہیں کھلی؟"

"کیا پتا۔ وہ چیخ ان کی ہی ہو۔"

"اوہ نہیں۔ بھلا وہ چیخ ان کی کیوں کر ہو سکتی ہے۔"

"کیوں! کیا انھیں چیخنا نہیں آتا۔ اور پھر وہ چیخ اگر ان کی نہیں تھی تو آخر کس کی تھی۔ عمارت میں جتنے لوگ ہیں، وہ سب کے سب اس وقت دروازے کھولے کھڑے ہیں، ان میں سے اگر کسی نے دروازہ نہیں کھولا تو وہ ہیں تیمور تلبانی۔"

" اُف مالک - تو کیا تیمور تلبانی صاحب کے ساتھ کوئی گڑبڑ ہے

" ہم تو بس کھڑے باتیں کر رہے ہیں - میں دیکھتا ہوں
انھیں" ایک نے آگے بڑھ کر کہا۔

باقی لوگ اپنے اپنے دروازے پر کھڑے رہے -
مارے خوف کے ان کا بُرا حال تھا، ان میں اتنی ہمت
نہیں تھی کہ اس کا ساتھ دیتے - اچانک ایک اور لرزہ خیز چیخ
گونجی - اور یہ چیخ ان صاحب کی تھی جو تیمور تلبانی کی خبر لینے
گئے تھے :

" ارے باپ رے - آپ کو کیا ہوا زاہد بھٹہ صاحب !"

" مم - میں - نہیں " ان کے منہ سے مارے گھبراہٹ
اور خوف کے نکلا -

" آپ نہیں - کیا مطلب - آپ تو ہیں" کسی نے کہا۔

" رضوانی صاحب - آپ کو ایسے میں مذاق کی سوجھ رہی
ہے" کسی نے کہا -

" ہرگز نہیں - ان حالات میں کسی پاگل کو ہی مذاق
سوجھ سکتی ہے اور آپ جانتے ہیں، میں پاگل نہیں ہوں
یہ بات ٹھیک ہے نا" رضوانی صاحب نے کہا۔

" ہاں ! یہ تو خیر ٹھیک ہے - اس عمارت میں اس وقت
ہمارے درمیان کوئی بھی پاگل نہیں ہے"

" تو پھر ثابت ہوا کہ میں نے مذاق نہیں کیا - بات
دراصل یہ ہے کہ تیمور تلبانی صاحب کے کمرے میں ہر طرف
خُون ہی خُون پھیلا ہوا ہے - اور اس خون کے درمیان
وہ خود مرے پڑے ہیں - ان کے سینے میں ایک خنجر دستے
تک پیوست ہے"

" نن - نہیں" وہ سب ایک ساتھ چلّائے -

" اگر یقین نہیں تو خود چل کر دیکھ لیں، لیکن میرا ایک
مشورہ ہے" زاہد بھٹہ نے کہا۔

" اور وہ مشورہ کیا ہے ؟"

" یہ کہ کمرے کے اندر داخل نہ ہوں - اس طرح پولیس کو
تفتیش کرنے میں دقت ہو گی"

" پپ - پولیس - ارے باپ رے" رضوانی نے بوکھلا
کر کہا -

" خالد رضوانی صاحب ! آپ تو اس طرح گھبرا گئے جیسے
یہ قتل آپ نے کیا ہے"

" ہائیں - تو کیا تیمور تلبانی صاحب کو قتل کیا گیا ہے" ایک
اور نے حیران ہو کر کہا -

" آپ بھی کمال کرتے ہیں فیاض گوگر صاحب - تیمور تلبانی
صاحب کے کمرے میں خُون ہی خُون پھیلا ہوا ہے اور وہ

اس خون میں لت پت پڑے ہیں ، اس طرح کہ خنجر
ان کے سینے میں دستے تک دھنسا ہوا ہے - وہ مر چکے
ہیں ، ہم نے اپنے کانوں سے ان کی دل دوز چیخ سنی ہے،
ان حالات میں بھی آپ کہ رہے ہیں کہ کیا انھیں قتل کیا
گیا ہے؟"

"مم - میں کیا کہوں - پہلے کبھی اس قسم کے حالات سے
سابقہ نہیں پڑا ۔"

"چلیے ! اب تو پڑ گیا - سوال یہ ہے کہ اب ہم کیا
کریں ؟"

"کرنا کیا ہے - پولیس کو فون کرنا ہوگا ۔"

"ہاں ! واقعی - میں فون کرتا ہوں ۔"

فیاض گوگر نے کہا اور اپنے کمرے میں اندر گھس گئے
انھوں نے جلدی فون کا ڈائل گھومنے کی آواز سنی - اور پھر
ان کی آواز ابھری :

"ہیلو - پولیس اسٹیشن بڑبڑانی - جی - جی ہاں شکریہ - میں
بھی بڑبڑانی سے ہی بول رہا ہوں - مختار ہال سے - دیکھیے
یہاں ایک عدد قتل ہو گیا ہے - جی کیا کہا - نہیں - ہم
نے کسی چیز کو ہاتھ نہیں لگایا - آپ فکر نہ کریں - جی ہاں
ہم یہیں موجود رہیں گے ، میرا نام فیاض گوگر ہے - جی -

گوگی نہیں گوجر - اوہ سوری - گوگر ہے - اچھا ٹھیک ہے ۔"

ریسیور رکھنے کی آواز سنائی دی اور پھر فیاض گوگر کمرے
سے باہر نکلا :

"پولیس جلد یہاں پہنچ جائے گی ۔"

"اور ہم سب کو گرفتار کر لے گی ۔" ایک نے کہا ۔

"آپ تو ہمیں ڈرائے دے رہے ہیں فہیم جی ۔"

"میرا نام فہیم جی نہیں ہے - فہیم اختر گورگانی ہے ۔"

"یہ نام لینا ذرا مشکل لگتا ہے - کافی لمبا بھی ہے - فہیم
اختر گورگانی ۔"

"لیکن اس کا یہ مطلب تو نہیں کہ آپ مجھے فہیم جی کہنا
شروع کر دیں ۔"

"چلیے اب نہیں کہوں گا ، معاف کر دیں - ہاں تو میں کہ
رہا تھا کہ پولیس آتے ہی ہمیں گرفتار کر لے گی ۔"

"لیکن - سوال تو یہ ہے کہ وہ ہمیں گرفتار کیوں کریں گے ؟"

"اس لیے کہ اس عمارت میں ہم چھے آدمیوں کے علاوہ ساتواں
کوئی نہیں ہے ، ساتواں قتل ہو چکا ہے ۔"

"لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ وہ ہم سب کو گرفتار
کر لے - یہ کام ہم سب کا تو نہیں ہو سکتا - کسی ایک
کا شاید ہو ۔" زاہد بھٹہ نے کہا ۔

"یہ - یہ آپ کیا کہ رہے ہیں - یہ کام ہم میں سے کسی ایک کا بھی کیوں ہونے لگا - یہ تو کسی اور کا کام ہے۔" ایک اور نے کہا -

"کسی اور کا، کس کا راجا جوفی صاحب - کیا یہاں ہمارے علاوہ کوئی اور بھی موجود ہے؟"

"ہائیں - آپ کیسی باتیں کر رہے ہیں - کیا قاتل باہر کا آدمی نہیں ہو سکتا - میرا مطلب ہے - کیا کوئی باہر سے اندر نہیں آ سکتا تھا۔"

"خیر - یہ دیکھنا تو پولیس کا کام ہے - کہ یہ جرم کس نے کیا ہے اور کیوں - ارے ہاں - اگر یہ کام کسی باہر کے آدمی کا ہے - تب تو اسے اندر آنے کے لیے دروازہ کھولنا پڑا ہو گا - ہم رات کو دروازہ اندر سے بند کر کے سوتے تھے۔"

"دروازہ - تو اندر سے بند ہے۔" ایک اور نے کہا -

"آپ نے یہاں سے ہی کس طرح کہ دیا اقرار خوباں صاحب؟" راجا جوفی نے اسے تیز نظروں سے گھورا -

"مم - میں - میں نے ابھی چند منٹ پہلے - میرا مطلب ہے - اس چیخ کے اُبھرنے سے پہلے میں نے دروازے کے دھڑ دھڑانے کی آواز سُنی تھی - میں نے آواز سُنی تو یہ پوچھنے

کے لیے دروازے پر چلا گیا کہ باہر کون ہے، لیکن کسی نے میری آواز کا جواب نہ دیا - میں نے دروازہ دھڑ دھڑانے کی آواز کو اپنا وہم خیال کیا اور واپس اپنے کمرے میں آ گیا، بس اس کے صرف چند منٹ بعد وہ چیخ گونج اُٹھی۔"

"اس کا مطلب تو پھر یہ ہوا کہ آپ اس وقت جاگ رہے تھے۔"

"ہاں! یہ ٹھیک ہے، میں جاگ رہا تھا، لیکن پوری طرح نہیں - غنودگی کی حالت میں تھا۔"

"اس کا مطلب ہے - دروازہ تو اندر سے بند ہے - تب تو پھر قاتل ہم میں سے ہی کوئی ایک ہے۔"

"ارے باپ رے - یہ کس قدر خوفناک بات ہے کہ ہم میں سے ایک قاتل ہے - اُف۔" زاہد بھٹہ نے کانپ کر کہا -

"سوال یہ ہے کہ اسے تیمور تلبانی کو قتل کرنے کی کیا ضرورت تھی - وہ تو بہت بھولے بھالے اور نیک آدمی تھے۔" راجا جوفی نے افسوس زدہ لہجے میں کہا -

"یہ بات تو قاتل ہی بتا سکتا ہے۔" فیاض گوگر نے کہا -

"مجھے تو ڈر لگ رہا ہے - کہ - کہیں وہ ہم میں سے بھی کسی کو قتل نہ کر دے۔" خالد رضوانی نے کانپ کر کہا -

"ارے باپ رے - اس قدر خوفناک باتیں تو نہ کریں۔"

نعیم اختر گورگانی نے کہا۔

" ان حالات میں کم خوفناک باتیں کی بھی کس طرح جا سکتی ہیں"۔

عین اس وقت پولیس کی گاڑی کی آواز گونج اٹھی۔ اور پھر دروازے پر دستک ہوئی۔ انھوں نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا:

" میں دروازہ کھولتا ہوں"۔ زاہد بھٹہ نے کہا اور آگے بڑھ کر دروازہ کھول دیا۔

ایک پولیس انسپکٹر اور کچھ کانسٹیبل اندر داخل ہو گئے:

" فون آپ نے کیا تھا؟"

" میں نے تو نہیں۔ ہم میں سے ایک نے کیا تھا۔ غالباً فیاض گوگر صاحب نے کیا تھا"۔

" ہاں! انھوں نے اپنا یہی نام بتایا تھا۔ تو کیا وہ اندر ہیں؟"

" ہاں! آئیے"۔

پولیس عمارت کے صحن میں آگئی۔ صحن کے چاروں طرف کمروں کے دروازے تھے۔ صحن سے ایک برامدہ دروازے تک جاتا تھا۔ برامدہ عبور کرنے سے پہلے صحن میں آنا پڑتا تھا۔

" آپ میں سے فیاض گوگر کون ہے؟"

" مم۔ میں ہوں جناب"۔

" فون آپ نے کیا تھا؟"

" جی ہاں جناب! میں نے کیا تھا، لیکن ان سب کے مشورے سے کیا تھا"۔ انھوں نے کہا۔

" گویا یہ مشورہ نہ دیتے تو آپ فون نہ کرتے"۔ پولیس انسپکٹر نے انھیں گھورا۔

" ج۔ جی نہیں۔ میرا یہ مطلب نہیں تھا"۔ فیاض گوگر نے گڑبڑا کر کہا۔

" لاش کہاں ہے۔ سب سے پہلے تو لاش دکھائیے۔ اس کے بعد بات چیت ہو گی"۔

وہ سب اسے لاش والے کمرے تک لائے۔ دروازے پر رک کر انسپکٹر نے اندر کا معائنہ کیا اور پھر بولا:

" اُف اللہ۔ یہ تو بہت لرزہ خیز قتل کی واردات ہے"۔

" تو ہم نے کب اسے کم لرزہ خیز قتل کی واردات کہا جناب"۔ خالد رضوانی نے مسکرا کر کہا۔

" آپ کو مذاق کرنے کی عادت تو نہیں ہے جناب"۔ انسپکٹر نے جھلا کر کہا۔

" میں کچھ کہہ نہیں سکتا"۔ خالد رضوانی نے پریشان ہو کر کہا۔

" کس بارے میں؟" انسپکٹر نے پوچھا۔

"اس بارے میں کہ مجھے مذاق کرنے کی عادت ہے یا نہیں۔"

"اچھا مہربانی فرما کر خاموش رہیے۔"

"جی بہتر!" خالد رضوانی نے فوراً کہا۔

"یہ آپ خاموش ہوئے ہیں۔"

خالد رضوانی نے ہونٹ بھینچ لیے۔ انسپکٹر لاش کی طرف متوجہ ہو گیا، پھر وہ بچ بچا کر کمرے میں داخل ہو گیا اور لاش کو نزدیک سے دیکھنے لگا۔ آخر اس نے فوٹو گرافر وغیرہ کو اشارہ کیا کہ وہ لوگ اپنا کام مکمل کر لیں۔ فنگر پرنٹ والے بھی آگے بڑھ آئے۔ نقشہ بنانے والا اپنے کام میں مصروف ہو گیا۔

تصاویر وغیرہ لینے اور انگلیوں کے نشانات اٹھانے کے بعد انسپکٹر نے لاش کو الٹ دیا۔ یہ دیکھ کر اس کی پیشانی پر شکنیں پڑ گئیں۔ کہ لاش کے نیچے خون بالکل نہیں تھا۔ گویا یہ جگہ خون آلود نہیں تھی۔ نہ کمر کی طرف خون تھا۔ البتہ کمر پر سے قمیص پھٹی ہوئی تھی۔ کمرے کی کھڑکی کھلی ہوئی تھی اور اس میں سے ہوا تیزی سے اندر آ رہی تھی۔ انسپکٹر کھڑکی تک گیا۔ نیچے جھانک کر دیکھا۔ نیچے عمارت کے چاروں طرف باغ دکھائی دیا۔ اس نے کھڑکی کو بھی غور سے دیکھا اور پھر باہر آ گیا۔

"آپ لوگوں کو بیرونی دروازہ کھلا ملا تھا یا بند؟"

"دروازہ اندر سے بند تھا۔ البتہ اس واردات سے تھوڑی دیر پہلے کسی نے دروازہ دھڑ دھڑایا ضرور تھا۔"

"تو پھر کیا۔ آپ میں سے کسی نے دروازہ کھولا تھا؟"

"میں دروازے پر گیا تھا، لیکن باہر سے کسی نے بھی کچھ نہیں کہا۔"

"آپ نے دروازہ کھول کر دیکھا تھا؟" انسپکٹر نے پوچھا۔

"جی نہیں۔ ضرورت ہی نہیں سمجھی تھی۔"

"اور اس نے کتنی دیر بعد یہ واقعہ ہوا؟" اس نے لاش کی طرف دیکھا۔

"صرف چند منٹ بعد۔ لرزہ خیز چیخ گونجی تھی۔ ہم سب نے اپنے اپنے کمرے کا دروازہ کھول دیا، لیکن ہم نے تیمور تلبانی کا دروازہ بند پایا، لہٰذا اس کے دروازے پر آ کر دیکھا۔ دروازہ اندر سے بند نہیں تھا۔ صرف دھکیلنے پر کھل گیا اور پھر ہم نے لاش دیکھی۔ آپ کو فون کیا۔"

"ہوں۔ آپ لوگ یہاں رہتے ہیں کیا۔ کیا آپ کرائے دار ہیں؟"

"جی نہیں۔ نہ ہم یہاں رہتے ہیں، نہ کرائے دار ہیں۔ بلکہ یہ ایک عجیب کہانی ہے۔ بہت عجیب و غریب کہانی۔"

خالد رضوانی نے کہا۔

"اور وُہ کہانی کیا ہے؟" انسپکٹر نے اسے گھورا۔

"ہم آپس میں گہرے دوست ہیں۔ سات دوست آپس میں دوستی کے رشتے میں بہت مضبوطی سے بندھے ہوئے ہیں۔ تین دن پہلے مجھے ایک خط ملا۔ خط تیمور تلبانی کی طرف سے تھا۔ اس میں لکھا ہوا تھا۔ تم سے ایک خفیہ کام ہے، ۱۹ تاریخ کو مختار ہال میں آ جاؤ۔ وہاں تفصیلی ملاقات ہو گی۔ میں نے مختار ہال کرائے پر لے لیا ہے۔ باقی دوستوں کو بھی بلایا ہے۔ میں نے یہ خط پڑھ کر تیمور تلبانی کو فون کیا، لیکن وہ غائب تھا۔ گھر والے بھی اس کے بارے میں کچھ نہ بتا سکے۔ باقی پانچ دوستوں سے مشورہ کیا۔ انھوں نے بتایا کہ ایک ایک خط ان لوگوں کو بھی ملا ہے۔ بہرحال سب نے یہی پروگرام بنایا کہ اس عمارت میں چلا جائے اور دیکھا جائے کہ معاملہ کیا ہے۔"

"ایک منٹ۔ آج ۱۹ تاریخ ہے۔ بدھ کا دن ہے۔ اس وقت رات کے گیارہ بجے ہیں۔ آپ کو خط کب ملا تھا؟"

"تین دن پہلے جناب۔ میں بتا چکا ہوں۔" خالد رضوانی نے بُرا مان کر کہا۔

"اُسی دن آپ لوگوں نے تیمور تلبانی کے گھر فون کر کے ان کے بارے میں معلوم کیا، لیکن وُہ گھر میں نہیں تھے، نہ گھر والوں کو ان کے بارے میں کچھ پتا تھا؟"

"جی ہاں! یہی بات ہے۔"

"اچھا ٹھیک ہے۔ دوسرے دن پھر آپ لوگوں نے ان کے بارے میں پتا کیا یا نہیں؟"

"پتا کیا کرنا تھا۔ ہم چھے دوست تیمور کو اِدھر اُدھر تلاش کرتے رہے۔ وہ گھر والوں کو کچھ بتا کر بھی نہیں گیا تھا۔ آخر تین دن بعد ہم یہاں آ گئے اور ہم کیا کرتے۔"

"تو پھر۔ کیا یہاں آپ کو تیمور تلبانی ملے؟"

"جی نہیں۔ ہم نے ایک ایک کمرے میں بستر جمایا اور سو گئے۔ رات کو گیارہ بجے وُہ بھیانک چیخ سنائی اور ہم جاگ گئے۔ اس عمارت میں آپ دیکھ رہے ہیں۔ صرف سات کمرے ہیں۔ چھے میں ہم سوئے تھے۔ ساتواں کمرہ اس وقت خالی تھا۔ ہم نے یہی خیال کیا کہ رات کو کسی وقت تیمور تلبانی آئے گا اور اس کمرے میں آرام کرے گا۔ صبح ہم سے وہ خاص بات کرے گا۔ جب ہم چیخ سُن کر جاگے تو سب دروازے کھلے ہوئے تھے۔ البتہ تیمور تلبانی کے کمرے کا دروازہ بند تھا۔ نہ جانے

کس طرح یہ خیال ہمارے ذہنوں میں رچ گیا کہ تیمور رات
اس کمرے میں آکر سو گیا تھا ۔ لہٰذا جب ہم نے
آگے بڑھ کر دیکھا تو وہ مرچکا تھا ۔ اسے کسی نے قتل کر
دیا تھا۔"

"بہت زیادہ عجیب اور پُراسرار کہانی ہے۔" انسپکٹر نے سپاٹ
لہجے میں کہا۔

"ہاں جناب! لیکن اس میں ہمارا کوئی قصور نہیں ہے۔"

"آخر وہ اندر کس طرح آیا۔ آپ لوگ تو بیرونی دروازہ
اندر سے بند کر کے سوئے تھے اور میں دیکھ رہا ہوں کہ
عمارت میں داخل ہونے کا کوئی اور راستا نہیں ہے —
ہاں یہ ہو سکتا ہے کہ کوئی شخص پائپ وغیرہ کے ذریعے
چڑھ کر چھت پر پہنچ جائے۔ یا کوئی سیڑھی لگا کر چڑھ
جائے اور پھر زینے کے راستے نیچے آ جائے، لیکن بھلا
تیمور صاحب کو ایسا کرنے کی کیا ضرورت تھی؟"

"اسی بات پر تو ہم حیران ہیں جناب۔"

"آپ لوگ کام کیا کرتے ہیں؟"

"یہ بات ہمارے لیے اور بھی پریشانی والی ہے۔" خالد
رضوانی نے کہا۔

"کیا مطلب؟" انسپکٹر چونکا۔

"ہم اپنے ملک کے ایٹمی پلانٹ میں ملازم ہیں۔"

"کیا!!!" انسپکٹر کے منہ سے مارے حیرت کے نکلا۔

"جی ہاں! یہی بات ہے۔"

"تب میں اس کیس کو ہاتھ نہیں لگا سکتا۔ آپ لوگ
فوری طور پر انسپکٹر جمشید کو فون کریں۔"

"کیا مطلب۔ آپ کیوں کیس پر کام نہیں کر سکتے؟"

"ایٹمی پلانٹ سے متعلق یہ مسئلہ دیکھنے کا اختیار صرف اسی
کو ہے — جس کو حکومت نے اجازت دے رکھی ہے۔ جرائم
سے متعلقہ معاملہ انسپکٹر جمشید کے سپرد ہے۔"

"اچھی بات ہے — میں انہیں فون کرتا ہوں۔" فیاض گوگر
نے کہا۔

اور پھر انسپکٹر سے ان کے نمبر معلوم کر کے ڈائل کرنے لگا۔
جلد ہی نیند میں ڈوبی آواز سنائی دی:

"السلام علیکم۔ کیا آپ رات کو سوتے نہیں جناب؟"

"مم۔ وہ۔ ہاں۔ سوتا تو ہوں۔"

"تو پھر آج کس خوشی میں جاگ رہے ہیں؟"

"وہ یہاں ایک عدد قتل ہو گیا ہے۔"

"تب پھر آپ اپنے متعلقہ تھانے میں فون کریں۔" دوسری
طرف سے کہا گیا۔

"کیا یہ گھر انسپکٹر جمشید کا نہیں ہے؟"

"کیوں! یہ آپ نے کس طرح اندازہ لگا لیا۔ جب کہ آپ نے نمبر ہمارے ہی گھمائے ہیں۔"

"اوہ۔ تو گھر ان کا ہی ہے۔ دیکھیے بہت نازک معاملہ ہے۔ ہم نے پولیس اسٹیشن فون کیا تھا۔ وہاں سے پولیس فوراً جائے واردات پر پہنچ گئی۔ لیکن اب وہ لوگ کہتے ہیں، اس سلسلے میں وہ کچھ بھی نہیں کر سکتے۔ یہ معاملہ براہِ راست انسپکٹر جمشید صاحب سے تعلق رکھتا ہے۔"

"یہ کیا بات ہوئی؟"

"معاملہ ایٹمی پلانٹ کے کچھ ملازمین کا ہے۔"

"اوہو اچھا۔ اچھا تو پھر ہم آ رہے ہیں۔ پتا لکھوا دیں۔"

"مختار ہال۔ گاغان روڈ۔" اس نے کہا۔

"ہم آ رہے ہیں۔ کوئی چیز اِدھر سے اُدھر ہرگز نہ کریں۔"

"کیا آپ واردات کا اندازہ لگا چکے ہیں؟"

"ہاں! کوئی قتل ہو گیا ہے۔ یا پھر اہم چیز اڑائی گئی ہے۔"

"آپ تشریف لے آئیں۔" اس نے کہا۔

دوسری طرف سے ریسیور رکھ دیا گیا۔

"عجیب لوگ ہیں۔ فوراً ہی اندازہ لگا لیا کہ یہاں قتل کی کوئی واردات ہو چکی ہے۔"

"کیا آپ لوگ ان کے بارے میں کچھ نہیں جانتے؟" انسپکٹر نے حیران ہو کر کہا۔

"جی نہیں۔ دراصل ہم تو ایٹمی پلانٹ میں ہی رہتے ہیں۔ چھٹی بھی ہمیں بہت کم ملتی ہے۔ کئی سال بعد چھٹی ملی تھی اور ہم ایک ساتھ ہی ادھر آ گئے تھے۔ لیکن یہ معلوم نہیں تھا کہ یہاں آ کر ہم اپنے ایک ساتھی سے ہاتھ دھو بیٹھیں گے۔"

"آپ لوگوں کے قبضے میں ایٹمی پلانٹ کی کوئی چیز تو نہیں تھی؟"

"ہم اس قسم کی کسی بات کا جواب نہیں دے سکتے، اب تو شاید ہمیں ایٹمی پلانٹ کے انچارج کو بھی اطلاع دینا ہو گی۔ بلکہ میں تو کہتا ہوں۔ پہلی فرصت میں اطلاع دے دی جائے۔"

"اوہ ہاں! یہ بہت ضروری ہے۔ میں انھیں فون کرتا ہوں۔" راجا جونی نے چونک کر کہا۔

اس نے اسی وقت فون کے نمبر گھمانا شروع کر دیے، کئی بار کی کوشش کے بعد سلسلہ مل سکا اور پھر دیر تک

گھنٹی بجتی رہی۔

"ہیلو پروفیسر نعمان اختیاری بات کر رہا ہوں۔"

"شکریہ سر۔ میں نے بے وقت آپ کو تکلیف دی۔
راجا جوفی عرض کر رہا ہوں۔"

"خیر تو ہے جوفی۔ آپ بہت پریشان لگ رہے ہیں۔"

"یس سر۔ یہاں ایک ہولناک واردات ہو گئی ہے۔
ہمارے ایک ساتھی کو کسی نے قتل کر دیا ہے اور بہت
پُر اسرار حالات میں۔"

"یہ۔ یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں۔" انچارج نے چلّا کر کہا۔

"میں بالکل سچ کہہ رہا ہوں۔"

"میں اسی وقت یہاں سے روانہ ہو رہا ہوں۔ آپ
لوگ کہاں ہیں؟"

"مختار ہال۔ گاگان روڈ۔"

"ٹھیک ہے۔ بہت چوکس رہنے کی ضرورت ہے۔ کسی
کو کچھ نہ بتایا جائے۔ میں آ کر دیکھ لوں گا۔"

"او کے سر۔"

دوسری طرف سے ریسیور رکھ دیا گیا۔ راجا جوفی ان
کی طرف مڑا ہی تھا کہ باہر ایک گاڑی رکنے کی آواز
سنائی دی۔

"شاید وہ لوگ آ گئے۔" انسپکٹر بڑبڑایا۔

"آپ کا مطلب ہے۔ انسپکٹر جمشید۔" زاہد بھٹہ بولے۔

"جی ہاں! ان کی تیزی اور طراری پر لوگ صرف حیران
ہی ہو سکتے ہیں۔"

اسی وقت دروازے کی گھنٹی بجی۔ وہ دروازے کی طرف
بڑھے اور پھر خالد رضوانی نے دروازہ کھول دیا۔ انھوں نے
دیکھا، وہاں دو لڑکے اور ایک لڑکی کھڑی تھی۔ ان کی
آنکھیں انھیں تیزی سے حرکت کرتی دکھائی دیں۔ چند سیکنڈ
میں ہی انھوں نے ان سب کا جائزہ لے لیا:

"کیا معاملہ بہت پُر اسرار ہے۔" ان میں سے بڑے
لڑکے نے کہا۔

"جی ہاں! محمود صاحب۔"

"آپ لوگوں نے کسی چیز کو اِدھر اُدھر تو نہیں کیا۔"

"جی نہیں۔ لیکن انسپکٹر جمشید کیوں نہیں آئے؟" زاہد بھٹہ نے
حیران ہو کر پوچھا۔

"وہ گھر میں نہیں تھے۔ ورنہ ضرور آتے۔ جس وقت بھی
گھر پہنچیں گے۔ یہاں فون کریں گے، آپ فکر نہ کریں۔ ہمیں
دکھائیے۔ کمرۂ واردات۔"

وہ انھیں اندر لے آئے۔ دروازے پر رک کر پہلے

تو انھوں نے اندر کا بغور جائزہ لیا - ایک ایک چیز
ذہن نشین کی ، پھر اندر آئے اور مزید غور سے دیکھا -

"آپ لوگ حالات ہمیں سنا دیں۔"

فیاض گوگر نے پہلے تو سب کا تعارف کرایا اور پھر
حالات پوری تفصیل سے سنا دیے - تینوں سر جھکائے بغور
حالات سنتے رہے - آخر فیاض گوگر کے خاموش ہونے پر
محمود نے کہا :

"آپ کو کچھ اور تو نہیں بتانا۔"

"اپنے خیال میں تو سب کچھ آپ کو بتا چکا ہوں۔"

"ہوں - خیر۔" محمود نے کہا اور اکرام کو فون کیا - اسے
ہدایات دیں - اس پر انسپکٹر نے کہا:

"تصاویر اور فنگر پرنٹ کا کام ہو چکا ہے۔"

"ہم اپنے طور پر کرنا پسند کریں گے۔"

"آپ کی مرضی۔" اس نے کندھے اچکائے۔

"آپ کتنے دن چھٹی آئے ہیں؟"

"جی - ایک ماہ کی۔"

"اور کب پہنچے یہاں؟"

"چار روز پہلے۔" فیاض گوگر نے کہا۔

"گویا یہاں آنے کے صرف ایک دن بعد آپ کو تیمور -

کیا بتایا تھا - تیمور سے آگے؟

"جی - تلبانی۔" فیاض نے فوراً کہا۔

"ہاں تو تیمور تلبانی صاحب نے یہاں آنے کے صرف ایک
دن بعد وہ خط لکھا - تین دن آپ انھیں تلاش کرتے رہے،
آخر یہاں آ گئے - یہاں بھی تیمور صاحب سے آپ لوگوں
کی ملاقات نہیں ہوئی ، ملاقات ہوئی تو مردہ حالت میں - یہی بات
ہے نا؟"

"جی ہاں - بالکل۔"

"آپ لوگ ایٹمی پلانٹ میں ملازم ہیں - کیا وہاں کا کوئی
راز آپ کے پاس موجود ہے؟"

"نہیں - بالکل۔"

"تب پھر کوئی اور بات۔"

"اور بھی ایسی کوئی بات نہیں - نہ ہمارے پاس پلانٹ
کی کوئی اور چیز موجود تھی۔"

"آپ لوگوں میں کوئی اختلاف تو نہیں ہوا - کوئی لڑائی جھگڑا
تو نہیں ہوا؟"

"ہرگز نہیں - ہم بہت اچھے دوست ہیں - پلانٹ میں
ملازمت سے پہلے کے دوست ہیں۔"

"ہوں - تب پھر آپ کے خیال میں مسٹر تیمور کو کون

قتل کر سکتا ہے ۔ اور کیوں ؟"

"افسوس ! ہم کوئی اندازہ نہیں لگا سکے۔"

"آپ لوگوں نے تیمور صاحب کی چیخ سُنی تھی ؟"

"ہاں اُف ۔ بہت بھیانک چیخ تھی۔"

"اس کا مطلب ہے ۔ مسٹر تیمور زندہ حالت میں عمارت" ل
آئے ، لیکن آکر اپنے کمرے میں سو گئے ۔ انھوں نے آ۔ پ
سے ملنے کی کوئی کوشش نہیں کی ۔ اور نہ اندر آنے کے ۔ لیے
کسی سے دروازہ کھلوایا۔"

ایک منٹ جناب ۔ قتل سے چند منٹ پہلے کسی نے
دروازہ دھڑ دھڑایا تھا ، لیکن نیند گہری ہونے کی وجہ سے ، ہم
میں سے کوئی فوری طور پر دروازے پر نہ جا سکا ۔ صرف
میں گیا تھا ۔ وہ بھی دستک کے ایک منٹ بعد۔" اقرار خوباں
نے کہا ۔

"اوہ ! یہ ۔ یہ ایک بہت اہم بات ہے۔"
محمود نے چونک کر کہا اور وہ اسے حیران ہو کر دیکھنے لگ

تین دن پہلے

"جی ہاں ! یہ ایک اہم بات ہے ۔ دروازہ دھڑ دھڑانے
کی آواز مسٹر اقرار خوبانی نے سنی تھی ..." محمود نے کہنا شروع کیا
تھا کہ اقرار نے اسے ٹوک دیا :

"اقرار خوباں جناب۔" اس کا لہجہ ناخوش گوار تھا ۔

"اوہ ہاں ! معاف کیجیے گا جناب ۔ آپ نے دروازہ دھڑ دھڑانے
کی آواز سنی تھی ، آپ ایک منٹ بعد دروازے پر پہنچے —
لیکن ..." محمود یہاں تک کہہ کر خاموش ہو گیا ۔

"لیکن کیا ؟" زاہد بھٹہ نے فوراً کہا ۔

"لیکن کے بعد ان کی گاڑی اکثر اٹک جاتی ہے ، آپ فکر نہ
کریں۔" فاروق نے منہ بنایا ۔

"ہاں ! میں کہہ رہا تھا ۔ یہ ایک منٹ بعد دروازے پر
پہنچے ، لیکن بے چارے تیمور بلمانی صاحب کے پاس اتنا وقت
نہیں تھا ۔ کہیں یہ نام بھی تو غلط نہیں لے گیا ؟"

"جی ہاں ! تیمور تلبانی ۔"

"اچھا خیر ۔ ویسے آپ لوگوں کے نام بہت عجیب و غریب
سے ہیں ۔ ہاں ان کے پاس اتنا وقت نہیں تھا ، جانتے ہیں
کیوں ۔ اس لیے کہ ان کے پاس وقت نہیں تھا ۔ موت کا
فرشتہ ان کے پیچھے لگا ہوا تھا یا لگے ہوئے تھے ۔"

"جی موت کا فرشتہ ۔ کیا مطلب ؟"

"میرا مطلب ہے ۔ ان کی جان کا دشمن یا ان کی جان
کے دشمن ان کے پیچھے لگے ہوئے تھے ۔ جب انھوں نے دیکھا
کہ دروازہ نہیں کھل رہا تو وہ عمارت کے پچھلی طرف آ گئے ۔
اور پائپ کے ذریعے اوپر چڑھ گئے ۔"

"بالکل غلط ۔" فرزانہ بول اٹھی ۔

"کیا مطلب ۔ کیا بالکل غلط ۔" فاروق کے لہجے میں حیرت
در آئی ۔

"محمود کی بات بالکل غلط ۔" فرزانہ نے کہا ۔

"اوہ بہت خوب ۔ تم نے بہت اچھی بات کہی ۔" فاروق
خوش ہو گیا ۔

"لیکن یہ وضاحت بھی تو کرو کہ کیا بالکل غلط بات کہی
میں نے ؟" محمود نے جھلا کر کہا ۔

"دروازہ کھلنے کے لیے تو وہ ایک منٹ بھی انتظار نہ

کر سکے ۔ تو کیا پائپ پر وہ ایک منٹ سے بھی پہلے چڑھ گئے ،
اتنی تیز رفتار تو شاید فاروق کی بھی نہیں ہے ۔" فرزانہ مسکرائی ۔

"ارے ۔ خبردار ۔ تم میری رفتار کو درمیان میں نہ لاؤ ۔
ورنہ میں تمھاری بہت سی باتوں کو درمیان میں لا سکتا ہوں
اور یہ تو تم جانتی ہی ہو کہ میں درمیان میں لانے کا کتنا
ماہر ہوں ۔"

"شروع ہو گئیں اِدھر اُدھر کی باتیں ۔ بھئی آخر یہ لوگ
ایٹمی پلانٹ کے ملازم ہیں ۔ انھیں جسمانی ورزشیں بھی تو کرائی
جاتی ہوں گی ۔ کیوں جناب ؟" محمود ان کی طرف مڑا ۔

"بالکل جناب ۔ پائپ پر چڑھ جانا تلبانی کے لیے ذرا
بھی مشکل کام نہیں تھا ۔ اس نے دروازہ نہ کھلنے پر ضرور
پائپ کا رُخ کیا ہو گا ۔"

"چلیے ایک بات تو حل ہو گئی کہ تلبانی صاحب پائپ
کے راستے اوپر چڑھ گئے ، لیکن اس کے بعد حیرت انگیز ترین
بات یہ ہے کہ مسٹر تیمور تلبانی نے آپ لوگوں میں سے
کسی کو نہیں جگایا ۔ اپنے کمرے میں گھس گئے اور اندر گھس
کر دروازہ بھی اندر سے بند نہیں کیا ۔ تاکہ قاتل صاحب بھی
آرام سے اوپر آ کر انھیں آسانی سے قتل کریں اور فرار ہو جائیں ،
یعنی پائپ کے راستے ۔ نہیں بھئی ۔ یہ تو کہانی بالکل فٹ نہیں

ہوتی۔" محمود نے بے چارگی کے عالم میں کہا۔

"مجھے تو پہلے ہی پتا تھا کہ تمھاری یہ کہانی فٹ نہیں بیٹھے گی اور تم وقت ضائع کر رہے ہو۔" فاروق مسکرایا۔

"تو پھر تم نے بتا کیوں نہ دیا۔ تاکہ وقت نہ ضائع ہوتا۔" محمود نے اسے گھورا۔

"میں نے سوچا تم بُرا مان جاؤ گے ۔ اور یہ بُری بات ہو گی۔" فاروق نے کہا۔

"اچھا خیر۔ اب میں ایک کہانی پیش کرتی ہوں۔" فرزانہ جلدی سے بولی۔

"ضرور کیوں نہیں ۔ بھلا تم رہ سکتی ہو۔"

"کوئی دشمن تیمور کے پیچھے لگا ہوا تھا۔ اس سے بچنے کے چکر میں وہ بے چارے یہاں وقت پر نہ پہنچ سکے۔ اور جب اپنے خیال میں بچ کر ادھر آئے تو دشمن نے تعاقب شروع کر دیا۔ انھوں نے تعاقب کو محسوس کر لیا اور جلد از جلد عمارت تک پہنچنے کی کوشش شروع کر دی۔ یہاں پہنچتے ہی دروازہ دھڑ دھڑا ڈالا، لیکن فوراً ہی انھوں نے محسوس کیا کہ دشمن سر پر پہنچنے والا ہے، لہٰذا انھوں نے پائپ کا رُخ کیا اور پائپ کے ذریعے چھت پر آ گئے۔ ادھر ان کا دشمن بھی بہت تیزی سے پائپ پر

چڑھ رہا تھا۔ یہ گھبرا گئے۔ اس سے پہلے کہ زینہ طے کرتے ۔ دشمن چھت پر آ گیا اور ان کے جسم پر کوئی چوٹ ماری ۔ جس سے وہ بے ہوش ہو گئے۔ بے ہوش تلبانی صاحب کو اٹھا کر دشمن ان کے کمرے میں لایا، خنجر سے اپنا کام کیا اور باہر نکل گیا۔ آپ لوگ دل دوز چیخ سن کر اپنے کمروں سے جب نکلے تو دشمن جا چکا تھا۔" یہاں تک کہہ کر فرزانہ رکی اور سب پر ایک نظر ڈالی ۔

"بھئی واہ ۔ یہ کہانی تو بالکل فٹ بیٹھتی ہے۔" محمود نے فوراً کہا۔

"بالکل غلط۔" فاروق نے جلدی سے کہا۔

"کیا مطلب ۔ اب تمھیں کیا ہوا؟"

"میرا مطلب ہے ۔ کہانی بالکل فٹ نہیں بیٹھی۔" فاروق نے کہا۔

"آخر کیسے ۔ فرزانہ کی کہانی میں بھلا کیا کمی رہ گئی ہے؟" محمود کے لہجے میں حیرت تھی۔

"ایک خوفناک کمی۔" فاروق مسکرایا۔

"اوہو ۔ اب بتاؤ بھی۔"

"ہم نے لاش کو دیکھا ہے ۔ دیکھا ہے نا؟"

"ہاں ! بالکل دیکھا ہے۔"

"اس کے نیچے ذرا بھی خون کا نشان نہیں ہے۔ جسم کا صرف اوپر والا حصہ خون آلود ہے۔ نچلے حصے پر اور اس جگہ فرش پر خون کا نام و نشان تک نہیں ہے۔"

"تو پھر اس سے کیا ہوتا ہے؟"

"اس سے یہ ہوتا ہے کہ خنجر کھا کر تیمور تلبانی کی موت فوراً واقع نہیں ہو سکتی تھی۔ اسے ضرور کچھ نہ کچھ تڑپنا اور پھڑکنا پڑا ہو گا۔ کیا سمجھے۔ آپ لوگ۔ کیا آپ لوگوں نے کبھی مرغی ذبح ہوتے دیکھی ہے۔ کیا چھری چلنے کے بعد وہ ایک جگہ ہی ساکت اور جامد ہو کر جان دے دیتی ہے؟ نہیں خوب پھڑکتی ہے۔ تڑپتی ہے۔ اور کم از کم ایک منٹ اس کی جان نکلنے میں لگتی ہے۔ اس دوران بدستور جسم میں پھڑکن رہتی ہے۔ تو کیا آدمی اس قدر بے جان چیز ہے کہ پھڑک تک نہ سکے۔ تڑپ تک نہ سکے۔ بلکہ ہل جل تک نہ سکے۔ تب پھر یہ کیسے ممکن ہے کہ بالکل اتنی جگہ خون نہیں لگا۔ جتنی جگہ لاش کا نچلا حصہ ٹکا ہوا تھا۔" فاروق نے کہا اور خاموش ہو گیا۔

کمرے میں موت کا سناٹا طاری ہو گیا۔ سب پر سکتے کی حالت تھی۔ آخر زاہد بھٹہ کی آواز ابھری:

"آخر آپ کہنا کیا چاہتے ہیں؟"

"ابھی تک آپ نہیں سمجھے کہ میں کیا کہنا چاہتا ہوں۔" فاروق نے منہ بنایا۔

"جی ہاں! ہم نہیں سمجھے۔" خالد رضوانی بولے۔

"تب پھر میں یہی کہہ سکتا ہوں، کچھ نہ سمجھے خدا کرے کوئی۔"

"یہ کیا بات ہوئی۔" فیاض گوگر نے منہ بنایا۔

"یہ بات یہ ہوئی کہ قتل اس طرح نہیں ہوا جس طرح سب لوگ سمجھ رہے ہیں۔"

"تو پھر۔ آخر کس طرح ہوا؟" فہیم اختر گورگانی نے کہا۔

"اوہو۔ میں سمجھ گئی فاروق، تم کیا کہنا چاہتے ہو۔" فرزانہ نے چونک کر کہا۔

"اور میں بھی جان گیا۔"

"چلو شکر ہے۔ تم دونوں کے ذہن میں تو بات آئی، ورنہ میں تو یہ سمجھ رہا تھا کہ آج تم اپنا اپنا ذہن گھر بھول آئے ہو۔"

عین اسی وقت پولیس کی گاڑیوں کی آوازیں سنائی دیں:

"انکل اکرام آ گئے۔" محمود نے کہا۔

"وہ بے چارے اور کر بھی کیا سکتے ہیں۔" فاروق مسکرایا۔

"توبہ ہے تم سے، ہر بات میں ٹانگ اڑاؤ گے۔"

"ویسے میرا خیال ہے۔ ابا جان کو فوری طور پر یہاں پہنچ جانا چاہیے۔ یہ معاملہ ہے ایٹمی پلانٹ کا۔" فرزانہ نے سوچ میں گم لہجے میں کہا۔

"وہ اس وقت نہ جانے کہاں ہوں گے۔ شاید انکل اکرام بتا سکیں۔"

جلد ہی اکرام اور اس کے ماتحت اندر آ گئے:

"اُف مالک۔ یہ تو بہت بھیانک واردات ہے۔" اکرام لاش کو دیکھ کر کانپ گیا۔

"اس لحاظ سے اور بھی خوفناک ہے کہ یہ ایٹمی پلانٹ سے تعلق رکھتے ہیں۔" محمود نے کہا۔

"تمھارا مطلب ہے۔ مقتول؟" اکرام نے پوچھا۔

"نہ صرف مقتول۔ بلکہ یہ حضرات بھی۔"

"تب تو یہ معاملہ بہت زیادہ سنگین ہے۔" اکرام نے پریشان ہو کر کہا۔

"اسی لیے ہمارا خیال یہ ہے اباجان کہ فوراً یہاں آ جانا چاہیے۔"

"لیکن میں نہیں جانتا۔ وہ کہاں ہیں۔" اکرام بے چارگی کے عالم میں بولا۔

"اوہ خیر۔ میں آئی جی صاحب سے معلوم کرتا ہوں۔"

یہ کہہ کر محمود نے شیخ نثار احمد کے نمبر ڈائل کیے۔ دوسری طرف سے ان کے آپریٹر کی آواز سنائی دی:

"محمود بول رہا ہوں۔ فوراً صاحب سے بات کرا دیں۔"

"ہاں محمود۔ کیا بات ہے۔ بہت گھبرائے ہوئے ہو۔"

"سر۔ ایک بہت اہم قتل ہو گیا ہے۔"

"کیا مطلب۔ قتل بھی اہم ہونے لگے۔" وہ چونکے۔

"جی ہاں! قتل ہونے والا ایٹمی پلانٹ میں ملازم تھا۔"

"کیا!" وہ زور سے چلّائے۔

"اسی لیے ہم چاہتے ہیں کہ ابا جان فوراً یہاں آ جائیں۔ لیکن ہم نہیں جانتے کہ وہ کہاں ہیں۔"

"افسوس! یہ تو مجھے بھی معلوم نہیں۔" وہ بولے۔

"اوہ! تب تو مجبوری ہے۔ خیر ہم دیکھ لیتے ہیں۔"

"نہیں۔ میں ڈی ایس پی شاہدانی کو بھیج دیتا ہوں۔ وہ بھی آپ کے ساتھ معاملے کو دیکھ لیں گے۔"

"جیسے آپ کی مرضی۔"

ریسیور رکھ کر وہ ان کی طرف مڑا:

"انکل۔ سب سے ضروری قتل کا وقت ہے۔ ڈاکٹر صاحب اگر قتل کا بالکل ٹھیک وقت بتا دیں تو شاید ہم بالکل ٹھیک رُخ سے تفتیش کر سکیں گے۔"

"میں کوشش کروں گا۔" ڈاکٹر نے کہا۔

اکرام اور اس کے ماتحت مصروف ہو گئے۔ ہر چیز کی تصاویر نئے سرے سے لی گئیں۔ اُنگلیوں کے نشانات اٹھائے گئے۔ اس کے بعد ڈاکٹر نے کہا:

"اگر آپ بالکل ٹھیک وقت جاننا چاہتے ہیں تو پھر لاش کو فوری طور پر پوسٹ مارٹم کے لیے بھجوا دیں۔"

"جی بہتر۔ لے جائیں۔" محمود نے کہا۔

لاش کو اسی وقت لے جایا گیا۔ تھوڑی دیر بعد ڈی ایس پی شاہدانی وہاں پہنچ گئے۔ انھوں نے بالکل پولیس والوں کے انداز میں پوچھ گچھ جو شروع کی تو تیمور تلبانی کے سارے ساتھی پریشان ہو گئے۔ ان کا ایک جملہ سُن کر تو ان سب کے رنگ اڑ گئے:

"میں پورے یقین سے کہہ سکتا ہوں کہ قتل آپ لوگوں میں سے کسی ایک نے کیا ہے۔"

"یہ۔ یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں جناب۔" زاہد بھٹہ نے کانپ کر کہا۔

"اس کے سوا اور کیا کہا جا سکتا ہے۔ قاتل آپ لوگوں میں سے کسی ایک یا دو کے علاوہ کوئی کیسے ہو سکتا ہے۔ جو کہانی آپ بیان کرتے ہیں۔ وہ بالکل بوگس ہے۔

پُھس پُھسی ہے۔ سب لوگ عمارت میں ہی تھے۔ تیمور تلبانی بھی یہیں۔ غیر حاضر نہیں تھے۔"

"اس کا اندازہ تو جناب پائپ اور چھت کا جائزہ لے کر لگایا جا سکتا ہے۔ پائپ پر سے اُنگلیوں کے نشانات اٹھائے جا چکے ہیں۔" فیاض گوگر نے کہا۔

"وہ سب فرضی کارروائی ہے۔ آپ یہ بتائیں کہ آپ میں سے قتل کس نے کیا ہے۔ ورنہ میں آپ لوگوں کو اسی وقت پولیس اسٹیشن لے چلوں گا اور جب وہاں آپ پر لتر برسنے لگے گا تو آپ فوراً اگل دیں گے کہ قاتل کون ہے۔"

"یہ۔ یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں۔" خالد رضوانی نے ناخوش گوار انداز میں کہا۔

"کیوں۔ کیا میں نے کوئی غلط بات کہہ دی۔ بھئی لاتوں کے بھوت۔ باتوں سے نہیں مانا کرتے۔ یہ تو آپ لوگ بھی جانتے ہیں۔" ڈی ایس پی شاہدانی نے کہا۔

"آپ کیسی باتیں کر رہے ہیں جناب۔ آپ سے پہلے یہ لوگ بھی تو تفتیش کر رہے تھے۔ انھوں نے تو ایسی کوئی بات نہیں کی۔"

"یہ۔ یہ تو ابھی کل کے بچے ہیں۔ اور ان لوگوں کے

تفتیش کے طریقے نرالے ہیں۔" شاہدانی نے بُرا سا منہ بنایا۔

"یہ بات تو خیر بالکل ٹھیک ہے جناب۔" فاروق نے کہا۔

"جب تک ہمارے انچارج یہاں نہیں آ جاتے۔ آپ ہمیں کہیں نہیں لے جا سکتے جناب۔ یہ معاملہ ایٹمی پلانٹ کے ایک ملازم کے قتل کا ہے۔ ہم کسی عام ادارے کے معمولی ملازم نہیں ہیں۔"

"اوہ، تو آپ کے انچارج بھی یہاں تشریف لا رہے ہیں!" ڈی ایس پی شاہدانی نے حیران ہو کر کہا۔

"جی ہاں۔"

"خیر۔ انھیں بھی آ لینے دیں۔"

"ہو سکتا ہے۔ قتل ان میں سے کسی ایک نے یا دو نے کیا ہو، لیکن آپ ان پر تشدد نہیں کر سکتے۔ یہ قانون کے خلاف ہے۔"

"کیا اب تم تینوں مجھے قانون پڑھاؤ گے۔" ڈی ایس پی نے بھنا کر کہا۔

"نہیں جناب! ہم تو قانون کی بات کر رہے ہیں۔ پڑھا نہیں رہے۔" فاروق نے منہ بنایا۔

"اس کیس کا چارج مجھے دیا گیا ہے، لہٰذا تم لوگ دخل انداز

مت کرو۔ اور ہاں تم چاہو تو جا سکتے ہو۔"

"جی نہیں۔ ہم جا نہیں سکتے۔" محمود نے جل کر کہا۔

"کیوں نہیں جا سکتے؟"

"ہم بھی اپنے طور پر اس معاملے کی تفتیش کریں گے۔"

"ضرور کرو۔" اس نے کندھے اچکا دیے اور اپنے ماتحتوں کی طرف مڑ گئے۔ غالباً انھیں کچھ ہدایات دینا چاہتے تھے۔

"یہ ہم کس مصیبت میں پھنس گئے۔"

"ابا جان کے یہاں نہ ہونے کی وجہ سے ایسا ہو رہا ہے۔" فاروق بڑبڑایا۔

"کاش! ہمارے انچارج صاحب ہی جلدی سے یہاں آ جائیں۔"

"ویسے ان کی یہ بات کافی وزنی ہے۔ آپ میں سے بھی کوئی قاتل ہو سکتا ہے۔"

"یہ بات ہمارے حلق سے نہیں اُترتی۔ ہم میں سے کسی کو بھی تیمور تلبانی کو قتل کرنے کی کوئی ضرورت نہیں تھی۔ آخر قتل کی وجہ بھی تو بہت اہم چیز ہے۔"

"ہاں! وہ تو خیر ہے۔ ٹھہریے۔ میں ایک بار پھر آئی جی صاحب سے بات کرتا ہوں۔"

"کیا وہ آپ کی بات مان جائیں گے۔" زاہد بھٹہ

نے کہا۔

"ہاں! ان شاء اللہ۔"

محمود نے کہا اور دوسرے کمرے میں جا کر فون کرنے لگا۔ جونہی سلسلہ ملا، اس نے دبی آواز میں کہا:

"سر! میں محمود بول رہا ہوں۔ ڈی ایس پی صاحب یہاں پہنچ گئے ہیں۔ لیکن وہ روایتی انداز میں اس معاملے کی تفتیش کرنا چاہتے ہیں۔ یعنی مقتول کے ساتھیوں کو پولیس اسٹیشن لے جا کر مارنا پیٹنا چاہتے ہیں۔ جب کہ یہ لوگ ایٹمی پلانٹ کے ملازم ہیں۔"

"اوہ اچھا۔ تم ریسیور رکھ دو۔ میں خود انھیں فون کرتا ہوں۔" انھوں نے کہا۔

محمود ریسیور رکھ کر باہر نکل آیا۔

ڈی ایس پی صاحب ابھی تک اپنے ماتحتوں کو ہدایات دینے میں مصروف تھے۔ اچانک فون کی گھنٹی بجی۔ محمود، فاروق اور فرزانہ اس وقت تک فون سے کافی دور لاش کے پاس جا کھڑے ہوئے تھے۔

ڈی ایس پی کے ایک ماتحت نے جا کر فون کا ریسیور اٹھایا اور پھر ڈی ایس پی کو آ کر بتایا کہ ان کا فون ہے۔

وہ فوراً فون کی طرف آ گئے۔ کمرے سے نکلے تو ان کا چہرہ سرخ تھا:

"تو یہ کام آپ نے دکھایا ہے۔"

"جی کیا مطلب؟"

"میں سب سمجھتا ہوں، لیکن ایک بات تم بھی لکھ لو۔ قاتل ان میں سے ہی ایک ہے اور یہ میں ثابت کر کے رہوں گا۔"

"بھئی۔ ہم نے کب آپ کو روکا ہے۔ بلکہ ہم تو خود کہتے ہیں کہ اس کا زبردست امکان ہے کہ قاتل ان میں سے ہی کوئی ہو۔"

"لیکن اس میں چند الجھنیں ہیں۔" فاروق نے آگے آتے ہوئے کہا۔

"کیا مطلب؟" وہ چونکے۔

"اگر قاتل ان میں سے کوئی ہے تو پھر یہ سب قاتل ہیں۔"

"کیا مطلب؟"

"انھیں تیمور تلبانی کا پیغام ملا تھا۔ کہ اس عمارت میں آ جائیں۔ ایک خاص معاملہ ہے۔ یہ اس جگہ آ گئے۔ ان سب کا بیان یہ ہے کہ جب یہ یہاں آئے تو تیمور صاحب یہاں نہیں ملے۔ وہ انتظار کرتے رہے، لیکن تیمور تلبانی نہیں آئے۔ یہاں تک کہ وہ اپنے اپنے کمرے میں سو گئے۔ ان حالات میں کوئی ایک تو قاتل ہو سکتا ہے۔ سب کے

نے کہا۔

"ہاں! ان شاء اللہ۔"

محمود نے کہا اور دوسرے کمرے میں جا کر فون
کرنے لگا۔ جونہی سلسلہ ملا، اس نے دبی آواز میں کہا:

"سر! میں محمود بول رہا ہوں۔ ڈی ایس پی صاحب
یہاں پہنچ گئے ہیں۔ لیکن وہ روایتی انداز میں اس معاملے
کی تفتیش کرنا چاہتے ہیں۔ یعنی مقتول کے ساتھیوں کو پولیس
اسٹیشن لے جا کر مارنا پیٹنا چاہتے ہیں۔ جب کہ یہ لوگ ایٹم
پلانٹ کے ملازم ہیں۔"

"اوہ اچھا۔ تم ریسیور رکھ دو۔ میں خود انھیں فون کرتا
ہوں۔" انھوں نے کہا۔

محمود ریسیور رکھ کر باہر نکل آیا۔

ڈی ایس پی صاحب ابھی تک اپنے ماتحتوں کو ہدایات
دینے میں مصروف تھے۔ اچانک فون کی گھنٹی بجی۔ محمود
فاروق اور فرزانہ اس وقت تک فون سے کافی دور لان
کے پاس جا کھڑے ہوئے تھے۔

ڈی ایس پی کے ایک ماتحت نے جا کر فون کا ریسیور
اٹھایا اور پھر ڈی ایس پی کو آکر بتایا کہ ان کا فون ہے۔

وہ فوراً فون کی طرف آ گئے۔ کمرے سے نکلے تو ان

کا چہرہ سرخ تھا:

"تو یہ کام آپ نے دکھایا ہے۔"

"جی کیا مطلب؟"

"میں سب سمجھتا ہوں، لیکن ایک بات تم بھی لکھ لو۔
قاتل ان میں سے ہی ایک ہے اور یہ میں ثابت کر کے رہوں گا۔"

"بھئی۔ ہم نے کب آپ کو روکا ہے۔ بلکہ ہم تو خود
کہتے ہیں کہ اس کا زبردست امکان ہے کہ قاتل ان
میں سے ہی کوئی ہو۔"

"لیکن اس میں چند الجھنیں ہیں۔" فاروق نے آگے
آتے ہوئے کہا۔

"کیا مطلب؟" وہ چونکے۔

"اگر قاتل ان میں سے کوئی ہے تو پھر یہ سب قاتل ہیں۔"

"کیا مطلب؟"

"انھیں تیمور تلبانی کا پیغام ملا تھا۔ کہ اس عمارت میں
آ جائیں۔ ایک خاص معاملہ ہے۔ یہ اس جگہ آ گئے۔ ان
سب کا بیان یہ ہے کہ جب یہ یہاں آئے تو تیمور صاحب
یہاں نہیں ملے۔ وہ انتظار کرتے رہے، لیکن تیمور تلبانی نہیں
آئے۔ یہاں تک کہ وہ اپنے اپنے کمرے میں سو گئے۔
ان حالات میں کوئی ایک تو قاتل ہو سکتا ہے۔۔ سب کے

سب نہیں ہو سکتے۔"

"چلو کوئی ایک ہی سہی ، لیکن وہ کون ہے؟"

"یہ تو تفتیش کے ذریعے معلوم کیا جائے گا۔"

عین اسی وقت اکرام تیز تیز چلتا ان تک پہنچا۔ اس کے چہرے پر حیرت کے آثار تھے۔

"ضرور کوئی خاص بات معلوم ہوئی ہے۔"

"ہاں! بہت زیادہ خاص۔"

"تو پھر مہربانی فرما کر جلدی سے بتا دیں نا۔" فاروق بولا

"آپ لوگوں کا کیا خیال ہے۔ تیمور تلبانی کا قتل کس وقت ہوا ہو گا؟"

"رات گیارہ بجے کے قریب۔"

"جی نہیں - اسے تین دن پہلے قتل کیا جا چکا تھا۔"

"کیا!!!"

وہ ایک ساتھ چلائے۔

خوف ناک بات

چند لمحے سکتے کے عالم میں گزر گئے، آخر محمود نے کہا:

"یہ کیسے ہو سکتا ہے انکل۔"

"ڈاکٹر کا یہی کہنا ہے۔ لاش کو فوری طور پر کسی ڈیپ فریزر میں رکھ دیا گیا تھا۔ تین دن بعد اس میں سے نکالا گیا اور یہاں لا کر ڈال دیا۔" اکرام نے وضاحت کی۔

"تب پھر یہ خون تیمور تلبانی کا نہیں ہو سکتا، کیا خیال ہے۔" محمود نے کہا۔

"بالکل! یا تو کسی جانور کا ہے یا پھر انسانی خون ہی ہے۔ جو بوتلوں میں لایا گیا اور یہاں لا کر انڈیل دیا گیا۔ اس وقت باقی لوگ سو رہے تھے۔ یہ ساری کارروائی کرنے کے بعد منہ سے ایک بھیانک چیخ کی آواز نکالی گئی ۔ منہ سے چیخ نکالنے والا اگر عمارت میں ہی تھا تو وہ فوراً اپنے کمرے میں گھس گیا اور دوسروں کے ساتھ اس نے بھی

دروازہ کھولا ہوگا اور اگر کوئی باہر کا آدمی تھا تو پھر وہ
پائپ کے ذریعے نیچے چلا گیا، کیونکہ ان لوگوں کے تو
لاش نے ہی ہوش اڑا دیے تھے، انھیں اس بات کا
ہوش کہاں تھا کہ اِدھر اُدھر کا جائزہ لیتے۔" اکرام کہتا
چلا گیا۔

"معاملہ حد درجے پُر اسرار ہو گیا ہے اور ہر لمحے
الجھتا ہی جا رہا ہے۔" فرزانہ نے سرسراہٹ زدہ لہجے میں کہا۔

"ارے ہاں! ہم اس خط کو تو بھول ہی گئے۔" فاروق
چونک کر بولا۔

"کس خط کو؟" اکرام نے حیران ہو کر کہا۔

"تیمور تلبانی نے اپنے چھے دوستوں کو ایک ایک خط
لکھا تھا۔"

"اوہ - کیا آپ وہ خطوط ہمیں دکھا سکتے ہیں۔" اکرام
نے کہا۔

ضرور کیوں نہیں جناب۔" خالد رضوانی نے کہا۔

اور پھر انھوں نے اپنی اپنی جیب میں سے ایک
ایک خط نکال کر ان کی طرف بڑھا دیا۔ انھوں نے خط
کھول کر پڑھے۔ ہر ایک پر ایک جیسے الفاظ نظر آئے،
الفاظ یہ تھے:

"میرے دوست!

ایک بہت پُر اسرار بات ہو گئی ہے۔ اس کے
لیے میں نے ایک عمارت چند دن کے لیے حاصل
کر لی ہے، ہم وہیں قیام کریں گے۔ آپ
۱۹ تاریخ کی شام کو مختار ہال گاغان روڈ پر آ
جائیں۔ عمارت کا دروازہ کھلا ملے گا۔ اس کے
صحن میں سات کمرے ہیں، ہر ایک کا ایک
ایک کمرہ۔ آپ اپنے کمرے میں آرام کریں،
میں رات میں کسی وقت آ کر آپ سے ملاقات
کروں گا۔ اس سے پہلے مجھ سے نہ تو ملاقات
کرنے کی کوشش کرنا، نہ مجھے تلاش کرنے کی۔
بس اب ۱۹ تاریخ کی رات کو ہی ملاقات ہوگی،
اِن شاء اللہ! فقط۔ آپ کا دوست:

"تیمور تلبانی"

خط کے الفاظ پڑھ کر انھوں نے ان سب کے چہروں
پر نظریں دوڑائیں، پھر محمود نے پوچھا:

"کیا یہ تحریر آپ کے دوست کے ہاتھ کی ہی ہے؟"

"ہاں جناب بالکل۔"

"میرا مطلب ہے۔ جس تاریخ کا یہ خط ہے، اسی

تاریخ کو تیمور تلبانی کی موت واقع ہو چکی تھی ، ہو سکتا ہے ، ان کی موت واقع ہونے کے بعد ان کے قاتل نے یہ خط ان کی تحریر سے ملتی جلتی تحریر میں لکھ کر آپ لوگوں کو بھیجا ہو۔ تاکہ آپ سب لوگ یہاں جمع ہو جائیں اور اس قتل کی ذمّے داری آپ لوگوں پر ڈال دی جائے۔"

" اوہ۔ بالکل یہی بات ہے۔" زاہد بھٹہ نے چونک کر کہا۔

" یہ صرف ایک اندازہ ہے جناب۔ ضروری نہیں کہ بات یہی ہو۔ ابھی ہم اس تحریر کو مقتول کی اصل تحریر سے ملا کر دیکھیں گے۔ اور تحریر کے کسی ماہر سے بھی چیک کرائیں گے۔ آپ لوگ تلبانی صاحب کی اصل تحریر دے سکتے ہیں؟"

"جی ہاں! کیوں نہیں۔ ان کے گھر سے ایسی بہت سی چیزیں مل جائیں گی۔ ان کی ڈائری، ان کی شاعری وغیرہ کی کاپیاں۔"

" تو وہ شاعر بھی تھے؟"

" ہاں! بہت اچھے۔" خالد رضوانی نے کہا۔

" ٹھیک ہے۔ ان کے گھر کا پتا لکھوا دیں۔ آپ لوگ بلا اجازت کہیں آنے جانے کی کوشش ہرگز نہ کیجیے گا۔ جہاں بھی جانا ہو، اطلاع دے کر جائیں۔"

" ہمیں کس کو اطلاع دینا ہو گی؟"

محمود نے انھیں اکرام کے نمبر نوٹ کرا دیے اور عمارت سے باہر نکل آئے:

" میرا خیال ہے۔ یہی ہوا ہے۔ تین دن پہلے ہی اسے قتل کر دیا گیا تھا۔ اس عمارت میں تو ان لوگوں کے سر پر قتل منڈھنے کی کوشش کی گئی ہے۔"

" اگر تحریر تیمور کی اپنی ثابت نہ ہو سکی تو پھر ہم اس کے علاوہ کوئی نتیجہ نہیں نکال سکیں گے۔"

" لیکن اگر تحریر تیمور کی ثابت ہوئی تو۔" فرزانہ نے اسے گھورا۔

" اس صورت میں معاملہ اور اُلجھ جائے گا اور ہمیں چکر پر چکر آئیں گے۔"

" بڑی مصیبت ہے۔ جب بھی ہمیں کوئی چکر دینے والا کیس مل جاتا ہے۔ ابا جان غائب ہو جاتے ہیں۔"

" اللہ مالک ہے۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ ہم بالکل ناکارہ ہیں۔"

جلد ہی وہ تیمور تلبانی کے گھر پہنچ گئے۔ محمود نے آگے بڑھ کر دروازے پر دستک دی۔ ایک پتلا دبلا

آدمی باہر نکلا۔ اس کی آنکھوں میں اُلجھن کے آثار دیکھ کر محمود نے کہا:

"تیمور تلبانی صاحب۔"

"جی ہاں! یہیں رہتے ہیں، لیکن اس وقت گھر نہیں ہیں۔" اس نے کہا۔

"کب آئیں گے؟" محمود نے دُکھ بھرے دل سے کہا۔

"کچھ کہہ کر نہیں گئے۔"

"گھر سے کب گئے تھے؟" فاروق بولا۔

"تین دن ہو گئے ہیں گئے ہوئے۔ ہم خود بھی پریشان ہیں۔ وہ تو چھٹیاں گزارنے گھر آئے ہوئے تھے اور چھٹیوں میں گھر سے باہر رہنا انھیں بالکل بھی پسند نہیں۔"

"اور تین دن سے آپ نے ان کی کوئی خبر نہیں لی، انھیں تلاش کرنے کی کوئی کوشش نہیں کی۔"

"نہیں اس لیے کہ وہ بچے نہیں ہیں۔ جہاں بھی گئے ہیں کسی کام سے گئے ہوں گے، اس کی ایک وجہ اور بھی ہے۔ کہ ہم نے انھیں تلاش کرنے کی کوشش نہیں کی۔"

"وہ وجہ کیا ہے؟"

"پہلے یہ بتائیں، آپ کون لوگ ہیں اور اس طرح سوالات کیوں کر رہے ہیں؟" اس نے پریشان ہو کر کہا۔

"کیا آپ، ان کے بھائی ہیں؟"

"جی ہاں! میں ان کا چھوٹا بھائی ہوں۔"

"ہم ابھی بتاتے ہیں، پہلے آپ ہمارے سوالات کے جواب دیں۔ وہ وجہ کیا ہے کہ آپ نے انھیں تلاش نہیں کیا؟"

"وہ ایک ایسے ادارے میں ملازم ہیں جس میں ساری باتیں راز میں رکھنا پڑتی ہیں۔ اس لیے اگر وہ کہیں خاموشی سے گئے ہیں تو پھر ضرور اس کی وجہ ادارے کی ہو گی۔"

"اچھی بات ہے۔ آپ کے پاس ان کی کوئی تحریر ہو گی۔ کوئی ڈائری یا نوٹ بک وغیرہ جس پر انھوں نے کچھ لکھا ہو۔"

"کیوں نہیں۔ ان کی ڈائریاں ہر سال کی مل جائیں گی، لیکن اس سال کی ڈائری انھوں نے کہیں چھپا کر رکھی ہوئی ہو گی، کیونکہ نئے سال کی ڈائری ان کی کوئی نہیں دیکھ سکتا، سال گزرنے کے بعد ہی نظر آتی ہے۔"

"اوہ اچھا۔" فرزانہ کے لہجے میں حیرت تھی۔

"جی ہاں! یہ ان کی بہت پرانی عادت ہے۔"

"لیکن ڈائری وہ رکھتے تو اپنے پاس ہی ہوں گے۔ میرا مطلب ہے۔ یہ بات تو ہو نہیں سکتی کہ وہ چھٹیاں گزارنے

گھر آئے ہوں اور ڈائری وہاں چھوڑ آئے ہوں جہاں وہ ملازمت
کرتے ہیں۔"

"جی نہیں۔ ڈائری ان کی یہیں ہو گی۔"

"خیر۔ پھر تو ہم اس کو تلاش کر لیں گے۔" محمود نے
پُر جوش انداز میں کہا۔

"کیا مطلب؟" تیمور تلبانی کا بھائی چونکا۔

"آپ کا نام کیا ہے جناب؟" فاروق بولا۔

"میں شمشیر تلبانی ہوں۔"

"آپ کے بھائی کو قتل کر دیا گیا ہے۔" محمود نے دل
پر پتھر رکھ کر کہا۔

"نہیں! یہ جھوٹ ہے۔ غلط ہے۔" وہ چلّایا۔

"ہمارا تعلق محکمہ سُراغ رسانی سے ہے جناب۔ ہمیں جھوٹ
بولنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔"

"اُف میرے مالک۔ یہ میں کیا سُن رہا ہوں۔"

یہ کہتے ہوئے وہ اندر چلا گیا اور پھر اندر سے رونے
کی آواز اُبھرنے لگی۔ اس پریشان کُن صورتِ حال نے انھیں
اور پریشان کر دیا۔ انھیں ایک گھنٹے تک وہیں کھڑے رہنا
پڑا۔ تب کہیں جا کر شمشیر کو ان کا خیال آیا۔ وہ روتا
ہوا باہر نکلا اور بولا:

"مجھے افسوس ہے۔ میں تو آپ کے بارے میں بھول
ہی گیا کہ آپ یہیں کھڑے ہوئے ہیں۔ کیا آپ کو کچھ
اور پوچھنا ہے۔ میرے بھائی کی لاش کہاں ہے؟"

"لاش ایک عمارت سے ملی ہے۔ عمارت کا نام مختار
ہال ہے۔"

"کیا!!!" وہ چلّا اُٹھا۔

"کیوں۔ کیا ہوا؟" محمود نے بھی حیرت زدہ انداز میں تیز
آواز میں کہا۔

"پہلے آپ بتائیں۔" وہ جلدی سے بولا۔

"اب لاش ہسپتال میں ہے۔ پوسٹ مارٹم کے لیے لے
جائی جا چکی ہے۔"

"مختار ہال ہماری خاندانی عمارت ہے۔ ہم اس عمارت
کو شادی بیاہ اور دوسری تقاریب کے لیے کرائے پر دیتے
رہتے ہیں۔"

"تو پھر اس مرتبہ تیمور صاحب نے خود اس عمارت کو
گویا کرائے پر لے لیا تھا۔" فاروق نے کھوئے کھوئے انداز میں کہا۔

"آپ مہربانی فرما کر ہمیں پوری بات بتائیں۔"

وہ روتا بھی جا رہا تھا۔

"کیا یہیں کھڑے کھڑے بتائیں۔" فاروق کے لہجے

میں حیرت تھی۔

"نہیں۔ آپ اندر چلیں۔"

وہ انھیں ایک کمرے میں لے آیا۔ اور پھر گھر کے سارے افراد اس کمرے کے دروازے پر آ گئے۔ عورتیں باہر رہ گئیں۔ بچّے اور مرد اندر آ گئے۔ انھوں نے تفصیل کے ساتھ انھیں حالات سنائے۔ آخر میں محمود نے کہا:

"لاش آپ کو چند گھنٹوں بعد ملے گی۔ آپ پہلے ان کی کوئی تحریر دکھا دیں۔ اور دوسرے یہ کہ ان کی حالیہ ڈائری تلاش کرنے کی اجازت ہمیں دیں۔"

"اچھی بات ہے۔ پہلے تو تحریر لاتا ہوں۔" شمشیر نے کہا اور کمرے سے نکل گیا۔

جلد ہی وہ چند کاپیاں اٹھائے اندر داخل ہوا:

"یہ ان کی شاعری کی کاپیاں ہیں۔ یہ نوٹ بک ہے۔"

انھوں نے وہ چھے کے چھے خط نکال کر میز پر پھیلا لیے اور پھر اس تحریر سے ملا کر دیکھے۔ فوراً ہی انھوں نے جان لیا کہ تحریر تیمور تلبانی کی ہی تھی اور یہ کہ کسی نے نقل کرنے کی کوشش ہرگز نہیں کی تھی؛ تاہم انھوں نے احتیاطاً وہ نوٹ بکیں اپنے پاس رکھ لیں۔ تاکہ تحریر کے باہر سے چیک کرا لیں۔ اور مزید اطمینان ہو جائے۔

"اب ہمیں ڈائری تلاش کرنے کی اجازت دیں۔ ہو سکتا ہے، ان کے قتل کا معمّا ان کی ڈائری حل کر دے۔"

"ضرور تلاش کریں۔ اللہ کرے وہ مل جائے۔" شمشیر نے کہا۔

سب لوگ ایک کمرے میں سمٹ آئے۔ انھوں نے تمام گھر کی تلاشی شروع کی۔ خاص طور پر انھوں نے تیمور کے کمرے کو بہت غور سے دیکھا۔ ایک ایک چیز کا جائزہ لیا، لیکن موجودہ سال کی ڈائری کا کہیں نام و نشان تک نظر نہ آیا۔ سارے گھر کو کھنگال ڈالنے کے بعد وہ مایوس ہو گئے اور شمشیر سے بولے:

"افسوس! ہم ڈائری تلاش نہیں کر سکے۔ یا تو وہ جاتے ہوئے اپنے ساتھ لے گئے۔ یا پھر ڈائری کسی نے اڑا لی ہے۔"

"اڑانے کا سوال گھر سے تو پیدا نہیں ہوتا، کیونکہ یہاں تو کوئی شخص بھی نہیں آیا۔ ہاں وہ ساتھ لے گئے ہوں گے تو پھر شاید قاتل نے وہ ڈائری اڑا لی ہو۔"

"ہاں! اس بات کا زیادہ امکان ہے۔ اس کا مطلب ہے۔ ڈائری اس کیس میں خاص اہمیت اختیار کر گئی ہے۔"

"اچھا! اب ہم چلتے ہیں۔ ویسے آپ لوگ اتنا تو

بتا دیں۔ تیمور صاحب کو کسی سے کوئی دشمنی تو نہیں تھی۔"

" نہیں۔ بالکل نہیں۔"

" انھوں نے کبھی ایٹمی پلانٹ کے بارے میں کچھ باتیں
آپ کو بتائیں؟"

" بالکل نہیں۔ وہاں کے بارے میں تو انھوں نے کبھی
ایک لفظ بھی نہیں کہا۔"

" ہوں۔ تین دن پہلے وہ کچھ پریشان تو دکھائی نہیں
دیے تھے؟"

" میں نے انھیں پریشان محسوس کیا تھا۔" ان کی بیوی
نے بتایا۔

" ان کے بچے کتنے ہیں؟"

" جی۔ تین۔"

دلوں پر بے پناہ بوجھ لیے وہ باہر کی طرف چلے۔
اور پھر ٹھٹک کر رک گئے:

" یہ، ہم کیا دیکھ رہے ہیں۔"

"کیا ہوا جناب۔ خیر تو ہے؟" شمشیر بولا۔

" آپ اس کالی سی چیز کو دیکھ رہے ہیں؟"

"ج۔ جی ہاں! کیا ہے یہ؟" اس نے حیران ہو کر پوچھا۔

"آوازیں سننے کا جدید ترین اور حساس ترین آلہ۔ اس کا

دوسرا حصہ باہر موجود کسی شخص کے کان سے لگا ہوا ہو گا اور
وہ مزے سے ہماری باتیں سنتا رہا ہے، لیکن اب تک
وہ کہیں کا کہیں پہنچ چکا ہو گا۔"

" اوہ!" وہ دھک سے رہ گئے۔

" اس کا مطلب ہے۔ قاتل بے فکر نہیں ہے۔ اسے اس
بات کی بہت فکر ہے کہ کہیں اس کا سراغ نہ لگ جائے۔
اس کے بارے میں معلومات نہ حاصل کر لی جائیں۔"

" یہ تو اور اچھی بات ہو گئی۔" فرزانہ نے کہا۔

" کیا مطلب فرزانہ؟"

" ہم ابھی مختار ہال چل کر معلوم کر لیتے ہیں کہ ان میں سے
کون باہر گیا تھا۔"

" اوہ ہاں۔ آؤ جلدی کرو۔"

وہ آندھی اور طوفان کی طرح روانہ ہوئے۔ اور مختار ہال
پہنچ گئے۔ یہاں فضا پر سکون تھی۔ سب لوگ اداس اور
فکر مند نظر آئے:

" کیا سب لوگ عمارت میں موجود ہیں؟"

" ہم میں سے صرف ایک نہیں ہے۔" خالد رضوانی نے
جلدی سے کہا۔

" وہ کون صاحب ہیں؟"

"اقرار خوباں صاحب نہیں ہیں — انھیں شہر میں کچھ کام تھا — ویسے وہ بتا کر اور اجازت لے کر گئے ہیں۔"

"اوہ!" ان کے منہ سے نکلا —

"کیوں جناب — کچھ معلوم ہوا — کوئی کامیابی ہوئی؟"

"ابھی تک نہیں — آپ کے انچارج صاحب بھی ابھی تک نہیں آئے۔"

"کافی دُور کا سفر ہے — ہوائی جہاز سے آنا ہے — معلوم نہیں، فلائٹ کون سی ملتی ہے۔"

"ہوں — خیر — آجائیں گے۔"

"کیا آپ، ہمیں یہ بتا سکتے ہیں کہ آپ لوگ ایٹمی پلانٹ میں کیا کام کرتے ہیں؟"

"جی نہیں — ہم یہ نہیں بتا سکتے — انچارج صاحب آجائیں تو ان سے یہ سوال پوچھ لیجیے گا — وہ اجازت دیں گے تو بتا دیں گے — بلکہ پھر تو وہ خود بتا دیں گے۔"

"ہوں — ٹھیک ہے — آپ لوگوں کو معلوم ہے — تیمور صاحب ڈائری لکھنے کے عادی تھے؟"

"بہت اچھی طرح معلوم ہے یہ بات۔"

"ہمیں گھر سے ان کی ڈائری نہیں مل سکی — کیا آپ اس سلسلے میں کوئی مدد نہیں کر سکتے ہیں؟"

"ان کی ڈائری، ہم آج تک نہیں دیکھ سکے — اس معاملے میں وُہ بہت پُر اسرار تھے — اپنی ڈائری کی ہوا تک کسی کو نہیں لگنے دیتے تھے۔"

اسی وقت دروازے کی گھنٹی بجی — ان میں سے ایک نے دروازہ کھولا — انھوں نے اقرار خوباں کو اندر آتے دیکھا:

"آپ کہاں گئے تھے جناب؟" محمود کی نظریں ان پر جم گئیں —

"میں ایک کام گیا تھا۔"

"لیکن کہاں؟"

"ایک دوست سے ملنے — کیا میں نے غلطی کی؟"

"نہیں — آپ جا سکتے تھے — دوست کا نام؟" اس نے پُوچھا —

"کیوں — آپ میرے دوست کا نام کیوں پوچھنا چاہتے ہیں؟"

"اس لیے کہ آپ کے بیان کی تصدیق کی جا سکے۔"

فاروق مسکرایا —

"اور ایسا کرنے کی کیا ضرورت پیش آگئی؟"

"ضرورت ہے — آپ دوست کا نام بتائیں۔" فارُوق نے ناخوش گوار لہجے میں کہا۔

"جی بہتر — اس کا نام قاضی کوکب ہے — ۹۰۴ نیاز

گارڈن میں رہتا ہے۔"

"فون نمبر؟" محمود نے کہا۔

"اس کے گھر میں ابھی فون نہیں ہے۔"

"اوہ - تب تو ہمیں خود جانا پڑے گا - فرزانہ تم یہاں ٹھہرو - میں اور فاروق وہاں ہو آتے ہیں۔"

"وہاں تو تم میں سے ایک بھی جا سکتا ہے - دو کی کیا ضرورت؟" فرزانہ نے منہ بنایا۔

"جانے کو ایک واقعی جا سکتا ہے، لیکن ضرورت اس بات کی ہے کہ دو جائیں۔"

"وہ کیوں؟"

"ہو سکتا ہے - کسی کا تعاقب کرنے کی ضرورت پیش آجائے - اس طرح دو میں سے ایک اپنا کام کرے گا، دوسرا تعاقب۔"

"اچھا بابا - باتوں میں تم سے کون جیت سکتا ہے - جاؤ۔" فرزانہ نے تلملا کر کہا۔

دونوں وہاں سے نکل کر نیاز گارڈن پہنچے - مکان نمبر ۴۰۹ تلاش کرنے میں تھوڑی سی دقت ضرور ہوئی - بہرحال مل گیا - دستک کے جواب میں ایک نوجوان آدمی باہر نکلا:

"جی فرمائیے!"

"قاضی کوکب صاحب سے ملنا ہے۔"

"فرمائیے - میں ہی قاضی کوکب ہوں۔"

"آپ اقرار خوباں کو جانتے ہیں؟"

"انہیں نہ جانوں گا - میرے بچپن کے دوست ہیں - لیکن اب یہ دوستی بہت پھیکی پڑ گئی ہے۔"

"کیا مطلب؟" وہ چونکے۔

"ایٹمی پلانٹ میں ملازمت کے بعد سے ہماری ملاقاتیں بالکل ختم ہو کر رہ گئی ہیں۔"

"کتنے عرصے سے آپ کی ان سے ملاقات نہیں ہوئی؟"

"چھ ماہ تو ہو ہی گئے ہوں گے۔"

"اس کا مطلب ہے، آپ کی حال ہی میں ان سے کوئی ملاقات نہیں ہوئی۔"

"بالکل نہیں ہوئی۔"

"حیرت ہے - مسٹر اقرار خوباں کا بیان تو یہ ہے کہ وہ تھوڑی دیر پہلے ہی آپ سے ملاقات کر گئے ہیں۔"

"کیا کہا - ملاقات کر گئے ہیں - ارے تو کیا وہ ان دنوں شہر میں آئے ہوئے ہیں؟"

"جی ہاں بالکل آئے ہوئے ہیں - اور اس وقت منتظر ہال میں موجود ہیں - کیا آپ ان سے ملاقات کرنا پسند

کریں گے؟"

"یہ بھی کوئی پوچھنے کی بات ہے۔" اس نے خوش ہو کر کہا۔

"چلیے نہیں پوچھتے۔ آئیے آپ کو ان کے پاس لے چلیں۔"

"جہاں تک مجھے یاد ہے۔ انھوں نے اپنے گھر کا نام مختار ہال نہیں رکھا ہوا۔"

"جی نہیں۔ یہ جگہ ان کے ایک دوست کی ہے۔"

"تو پھر۔ وہ وہاں کیوں ملیں گے؟"

"اس کی وضاحت وہ خود کریں گے۔"

وہ انھیں ساتھ لے کر مختار ہال پہنچے۔ جونہی وُہ ان کے ساتھ اقرار خوباں کے کمرے میں داخل ہوئے، وُہ زور سے اچھلا۔ اس کی آنکھوں میں خوف دوڑ گیا:

"یہ۔ یہ کیا۔ آپ انھیں یہاں لے آئے۔"

"ہم نہیں لائے۔ یہ خود آئے ہیں۔ آپ ان سے ملاقات کرنے گئے تھے۔ لیکن۔ ان کا بیان ہے کہ آپ ان کی طرف ہرگز نہیں آئے۔"

"یہ درست ہے کہ میں ان سے ملنے گیا تھا، لیکن ان سے ملاقات نہیں ہو سکی۔"

"یہ بات آپ نے اب بتائی ہے۔" محمود نے جھلا کر کہا۔

"میرا خیال تھا کہ آپ پوچھیں گے۔ لیکن آپ نے یہ بات نہیں پوچھی۔"

"اچھا خیر۔ آپ نے دستک تو دی ہو گی ان کے گھر کے دروازے پر جا کر۔ پھر کون باہر نکلا تھا۔ یا اندر سے کسی نے جواب دیا تھا؟"

"ہاں بالکل! دیا تھا جواب۔ اندر سے ایک خاتون نے کہا تھا، گھر میں نہیں ہیں۔ اور میں واپس چلا آیا تھا۔"

"اپنا نام بتایا تھا آپ نے؟"

"نہیں! ضرورت نہیں سمجھی تھی۔"

"کاش یہ بات آپ پہلے ہی بتا دیتے۔ ہم ان کے گھر والوں سے بھی تصدیق کر لیتے۔ اچھا اب اگر آپ کو اپنے دوست سے کچھ کہنا ہے تو کہہ سکتے ہیں، کیونکہ اب تو آپ کی ان سے ملاقات ہو گئی ہے۔"

"اوہ ہاں۔ آؤ قاضی۔ چند ایک ضروری باتیں ہیں۔" اقرار خوباں نے رازدارانہ انداز میں کہا اور قاضی کو پکڑ کر اپنے کمرے کی طرف لے گیا۔ کمرے میں داخل ہو کر انھوں نے دروازہ اندر سے بند کر لیا۔ کوئی پندرہ منٹ بعد وُہ باہر نکلے۔

"اب میں جا سکتا ہوں جناب؟" قاضی کوکب نے کہا۔

"ہاں ضرور کیوں نہیں۔ یہ تو آپ بتانا پسند نہیں کریں گے کہ آپ کے دوست نے آپ سے کیا کہا ہے۔"

"وہ آپس کی باتیں ہیں۔ یہاں ہونے والے واقعے سے ان باتوں کا دُور کا بھی واسطہ نہیں۔"

"شکریہ! آپ جا سکتے ہیں۔"

اس کے جانے کے بعد محمود نے ناخوش گوار لہجے میں کہا:

"مسٹر اقرار خوباں۔ آپ چھے کے چھے آدمی اس وقت ہماری لسٹ پر ہیں، ہم آپ سب کو شک کی نظر سے دیکھ رہے ہیں، لیکن اب اس لسٹ میں آپ کا نام سب سے اوپر آ گیا ہے۔ آپ کو جھوٹ بولنے کی آخر کیا ضرورت تھی؟"

"میں نے کوئی جھوٹ نہیں بولا۔ آپ کو غلط فہمی ہوئی ہے۔"

اچانک باہر کئی گاڑیاں رکنے کی آواز سُنائی دی۔ ان کے کان کھڑے ہو گئے۔ آواز سرکاری گاڑیوں کی تھی۔ لہٰذا وہ جلدی سے باہر نکلے۔ انھوں نے دیکھا۔ پولیس کی نگرانی میں ایک کافی عُمر رسیدہ آدمی باعزت طریقے سے کار سے اتر رہے تھے۔ ان کا لباس صاف سُتھرا تھا۔ چہرے پر جھریاں تھیں۔ کمر قدرے جھک گئی تھی۔

"اوہو۔ سر آ گئے۔" خالد رضوانی اور اس کے ساتھی بولے۔

"اوہ! تو یہ پروفیسر نعمان اختیاری ہیں۔" محمود نے کہا۔

"جی ہاں۔ یہی ہیں۔ ایٹمی پلانٹ کے انچارج۔ وہاں تمام کام ان کی نگرانی میں ہوتے ہیں۔"

انھوں نے ان کا استقبال کیا اور پھر انھیں اندر لے آئے۔

"کیا ہم نے درست سُنا ہے۔ تیمور تلبانی کو واقعی کسی نے قتل کر دیا ہے؟"

"ہاں جناب۔ یہ بالکل درست ہے۔"

"لیکن میں کہتا ہوں۔ یہ بالکل غلط ہے۔"

"جی۔ کیا مطلب؟"

"تیمور تلبانی کو کسی نے قتل نہیں کیا۔" وہ بولے۔

"یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں سر۔"

"میں بالکل ہوش و حواس میں ہوں۔ نیند میں نہیں ہوں۔ تیمور تلبانی زندہ سلامت ہیں۔" پروفیسر نعمان اختیاری نے نئی بات کہی۔

"آپ کی بات ہماری سمجھ سے باہر ہے جناب۔"

"میری بات اگر آسانی سے آپ کی سمجھ میں آ جائے تو پھر ایٹمی پلانٹ کے انچارج آپ ہوں گے۔" پروفیسر صاحب

نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

"جی کیا مطلب۔ مہربانی فرما کر وضاحت کریں"۔

"تیمور تلبانی اس وقت ایٹمی پلانٹ میں موجود ہیں"۔

"جی۔ کیا کہا" وہ ایک ساتھ چلائے۔

"میں غلط نہیں کہ رہا۔ تیمور تلبانی کی چھٹی کینسل کر دی گئی تھی"۔

"یہ آپ کیا کہ رہے جناب۔ اور یہ کیسے ممکن ہے۔ ہم نے اپنی آنکھوں سے تیمور تلبانی کی لاش کو دیکھا ہے"۔

"اور میں اپنی آنکھوں سے تیمور تلبانی کو زندہ سلامت دیکھ کر آ رہا ہوں"۔

"معلوم ہوتا ہے۔ ہمارا دماغ گھوم جائے گا۔ ہم پاگل ہو جائیں گے۔ اگر تیمور تلبانی ایٹمی پلانٹ میں زندہ سلامت موجود ہیں تو پھر وہ کون ہے۔ جس کی لاش اس عمارت کے ایک کمرے میں ملی ہے۔ اور وہ خط کس نے لکھے تھے۔ جو ہمیں ملے"۔

"میں یہ باتیں نہیں جانتا۔ میں تو صرف یہ جانتا ہوں کہ تیمور تلبانی کو چھٹی ضرور دی گئی تھی۔ باقی لوگوں کو بھی چھٹی دے دی گئی تھی۔ لیکن وہ واپس آ گیا تھا۔ جب آپ لوگوں کا فون ملا تو ہم بہت حیران ہوئے اور

یہ معاملہ حد درجے پُراسرار بھی لگا۔ لہٰذا میں اس معاملے کی تہ تک پہنچنے کے لیے ادھر آ گیا"۔

"تو پھر مہربانی فرما کر تہ تک جلدی سے پہنچ جائیں، کیونکہ مارے بے چینی کے ہمارا بُرا حال ہے"۔ فاروق نے بُرا سا منہ بنا کر کہا۔

"پہلے مجھے سارے واقعات تفصیل سے بتائیں"۔

محمود نے ساری تفصیل سُنا دی۔ ایک ایک بات بتا دی، اس کے بعد اس نے کہا:

"کُل کہانی تو ہے یہ۔ اب آپ بتائیں۔ آپ کیا کہتے ہیں؟"

"یہ لوگ وہاں سے ایک ساتھ آئے تھے۔ تیمور تلبانی بھی بے شک ان کے ساتھ ادھر آیا تھا۔ لیکن جونہی وہ گھر پہنچا۔ اسے میری طرف سے پیغام ملا کہ فوراً واپس آ جائے۔ کیونکہ یہاں ایک انتہائی اہم کام آ پڑا ہے۔ اور اس کے لیے اس کی موجودگی ضروری ہے، لیکن وہ کسی کو کچھ بتائے بغیر آ جائے۔ لہٰذا اس نے اس بات کی کسی کو خبر نہیں کی اور واپس وہاں پہنچ گیا۔ اس کے بعد آپ لوگوں کا فون ملا کہ یہاں تلبانی کو قتل کر دیا گیا ہے۔ آپ لوگ سوچ سکتے ہیں کہ یہ بات میرے

لیے کس قدر عجیب ثابت ہوئی ہو گی - بس میں نے ادھر
آ کر حالات کا جائزہ لینے کی ٹھان لی - اب میں اس
لاش کو دیکھنا چاہتا ہوں۔"

"چلیے — ہم آپ کو لاش دکھا دیں - ویسے معاملہ اب
حد درجے پُر اسرار ہو گیا ہے۔" محمود نے کہا۔

"ہمارے ساتھ یہی تو سب سے بڑی مشکل ہے -
کہ جس معاملے کو بھی ہاتھ میں لیتے ہیں - وہ حد درجے
سے بھی کئی درجے زیادہ پُر اسرار ہو جاتا ہے۔" فاروق نے
بھنائے ہوئے انداز میں کہا۔

"اللہ اپنا رحم فرمائے۔" فرزانہ نے کہا۔

وہ سب ہسپتال کے مُردہ خانے میں پہنچے - ہسپتال کے
ایک ملازم نے مُردہ خانے تک ان کی رہنمائی کی :

"ہاں ! آپ کس مُردے کو دیکھنا چاہتے ہیں ؟"

"مسٹر تیمور تلبانی کے مُردے کو۔"

"اوہ اچھا — آئیے۔" اس نے کہا۔

وہ اُن کے آگے آگے چلتا رہا - یہاں تک کہ ایک
مُردے کے پاس پہنچ کر اس نے چادر اُلٹ دی - انھوں نے
اسی شخص کی لاش کو دیکھا - جس کی لاش کو مختار ہال میں
دیکھ چکے تھے -

"اُف مالک - یہ کیا چکر ہے؟" پروفیسر نعمان چلائے۔

"کیوں جناب ! کیا ہوا ؟"

"میری زندگی کا حیرت انگیز ترین واقعہ شاید رونما ہو رہا
ہے۔" پروفیسر بولے۔

"کیا مطلب ؟"

"اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ لاش تیمور تلبانی کی ہے،
لیکن اگر یہ اصل تیمور تلبانی کی لاش ہے تو پھر بات بہت
زیادہ خوفناک ہو جاتی ہے۔"

"کیا مطلب ؟" محمود، فاروق اور فرزانہ نے چلّا کر کہا۔

"مطلب یہ کہ - اگر یہ اصل تیمور تلبانی کی لاش ہے -
تو پھر وہ کون ہے - جو اس وقت ایٹمی پلانٹ میں تیمور
کی جگہ موجود ہے۔"

"کیا !!!" وہ چیخ اُٹھے - ان کے رنگ اڑ گئے -

"اس کا مطلب تو پھر یہ ہوا کہ ایک عدد نقلی تیمور
اس وقت ایٹمی پلانٹ میں موجود ہے۔"

"ہاں ! اس کے سوا کیا کہا جا سکتا ہے - اور یہ اس
کیس کی شاید سب سے خوفناک بات ہے - اُف مالک -
مجھے اُڑ کر وہاں پہنچنا چاہیے - خالد رضوانی — فیاض گوگر -
تم بھی ساتھ چلو۔"

"ہم بھی آپ کے ساتھ چل رہے ہیں۔ اگر کسی طیارے کا وقت نہ ہوا تو ہم سپیشل طیارے سے چلیں گے۔"

وُہ اسی وقت دوڑ پڑے۔

شناخت

وُہ اسی وقت ایر پورٹ پہنچے۔ ایر پورٹ افسران سے اپنا تعارف کرایا، صورتِ حال بتائی۔ اس وقت اس شہر کی طرف کوئی جہاز جانے والا نہیں تھا جس کے آس پاس ایٹمی پلانٹ تھا۔ آخر ان کے لیے ایک چھوٹے سے جہاز کا انتظام کیا گیا۔ اس دوران محمود نے گھر فون کیا:

"امی جان السلام علیکم! ابا جان کی طرف سے کوئی اِطلاع ملی یا نہیں؟"

"نہیں!" ادھر سے جواب ملا۔

"ہم فوری طور پر شاملی جا رہے ہیں۔"

"شاملی۔ کیوں۔ وہ تو بہت دُور جگہ ہے۔"

"ہاں! دُور تو ہے، لیکن ہمیں بس جانا ہے۔ ایک خصوصی طیارے سے جا رہے ہیں۔ ابا جان آئیں یا ان کا فون آئے تو بتا دیجیے گا۔"

"اچھی بات ہے۔ فکر نہ کرو۔"

تھوڑی دیر بعد وہ اس طیارے میں بیٹھے شاملی کی طرف جا رہے تھے۔ پروفیسر گہری سوچ میں گم تھے:

"آخر یہ کیسے ہو سکتا ہے پروفیسر صاحب؟" ایسے میں فیاض گوگر کی آواز ابھری۔

"ہونے کو اس دُنیا میں کیا نہیں ہو سکتا مسٹر فیاض گوگی۔" فاروق نے سرد آہ بھری۔

"جی کیا مطلب۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ میں نے آپ سے نہیں، پروفیسر صاحب سے بات کی ہے۔ دوسرے یہ کہ میرا نام فیاض گوگر ہے۔ گوگی نہیں۔" اس نے جھلائے ہوئے لہجے میں کہا۔

"اوہ معاف کیجیے گا۔" فاروق مسکرایا۔

"کیا۔ کیسے ہو سکتا ہے بھئی؟" پروفیسر بولے۔

"یہ کہ ایک عدد نقلی تیمور تلہانی وہاں موجود ہو۔ کیا اس کی واپسی پر اسے کسی نے چیک نہیں کیا؟"

"چیکنگ کے بغیر بھلا وہاں کون داخل ہو سکتا ہے۔" پروفیسر نے منہ بنایا۔

"تب پھر۔ کیا اس کے پاس کاغذات تھے؟"

"ہاں۔ چیکنگ کرنے والے فوجیوں نے آخر اپنا اطمینان کرنے کے بعد ہی تو اسے اندر داخل ہونے دیا ہوگا۔"

"اور وہ واپس پہنچنے پر آپ سے بھی ملا تھا؟"

"بالکل! میں نے اسے بتا دیا تھا کہ کیا ضروری کام آ پڑا ہے۔ اور وہ اپنے کام میں مصروف ہو گیا تھا۔"

"ہوں۔ خیر۔ ابھی چیک کر لیتے ہیں اسے۔ فکر کی کوئی بات نہیں۔" محمود نے کہا۔

"فکر کی بات کیوں نہیں جناب۔ ایٹمی پلانٹ جیسی جگہ پر کسی غلط آدمی کا پہنچ جانا بہت بڑے فکر کی بات ہے۔" خالد رضوانی نے بُرا سا منہ بنایا۔

"وہ تو خیر ٹھیک ہے، لیکن اگر وقت پر سازش کا پتا چل جائے تو کوئی نقصان نہیں ہو پاتا۔"

"یہ بھی تو نہیں کہا جا سکتا کہ ہمیں وقت پر پتا چلا ہے یا وقت گزرنے کے بعد، کیونکہ اسے کافی وقت مل چکا ہے۔"

"جب کوئی پلانٹ سے رخصت ہوتا ہے تو کیا اس کی تلاشی لی جاتی ہے؟"

"ہاں بالکل۔"

"تب پھر پریشانی کی کیا بات ہے۔"

"سازش کرنے والوں کے بارے میں بھی تو ہم کچھ نہیں

کہہ سکتے کہ وہ کیا تدابیر سوچ کر آئے ہوں گے۔ ان کی یہی بہت بڑی کامیابی ہے کہ اپنا آدمی انھوں نے اندر پہنچا دیا ہے اور ایسا شاید ہمارے ایٹمی پلانٹ کی تاریخ میں پہلی بار ہوا ہے۔"

"اللہ اپنا رحم فرمائے۔ آپ تو ہمیں ڈرائے دے رہے ہیں۔ ویسے آپ کے خیال میں نقلی تیمور اندر داخل ہونے پر ہمیں کیا نقصان پہنچا سکتا ہے۔"

"سب سے بڑا نقصان یورینیم ۲۳۵ ہے۔ وہ دُنیا کی سب سے قیمتی دھات ہے۔ ایٹم بم بنانے کے کام آتی ہے۔ ہمارے پاس اس وقت یورینیم ۲۳۵ موجود ہے۔ نقلی تیمور اگر اس دھات کو اڑا لے تو یہ ایک عظیم نقصان ہوگا اور دشمن طاقتوں کی بہت بڑی فتح ہوگی، کیونکہ وہ ہمیں ایٹمی میدان میں بہت پیچھے دھکیل دینا چاہتے ہیں۔ وہ ہمیں ایٹمی طاقت بنتے نہیں دیکھنا چاہتے۔ یہ ان کی زندگی اور موت کا مسئلہ ہے۔"

"اب میرے ذہن میں بات صاف ہو رہی ہے۔" ایسے میں فرزانہ کی آواز سنائی دی۔

"اور وہ کیا؟"

"یہ لوگ چھٹی لے کر آئے تھے۔ یہ ادھر پہنچے ہی تھے کہ پروفیسر صاحب کا پیغام تیمور تلبانی کو ملا۔ پیغام یہ

تھا کہ اس کی چھٹی کینسل کر دی گئی ہے، وہ فوراً ایٹمی پلانٹ پہنچ جائے۔ وہ اپنے گھر سے نکلا، لیکن سازش کرنے والے اس کی تاک میں تھے، انھوں نے اسے اغوا کر لیا اور اس کی جگہ نقلی تیمور کو ایٹمی پلانٹ کی طرف روانہ کر دیا۔ صاف ظاہر ہے۔ اس شخص پر تیمور کا میک اَپ کیا گیا تھا۔ اور غالباً زبردست قسم کا میک اَپ کیا گیا ہوگا۔ کہ کوئی فرق محسوس نہ کر سکا۔ یہاں تک کہ پروفیسر صاحب تک فرق محسوس نہ کر سکے۔ دوسرے یہ کہ اسے تیمور کے اصل کاغذات بھی دے دیے گئے تھے۔ نقلی تیمور کو ادھر روانہ کرنے کے بعد انھوں نے اصلی تیمور کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ اور لاش کو تین دن تک ڈیپ فریزر میں رکھا۔ اس دوران تیمور کی طرف سے اس کے ساتھیوں کو خط لکھا گیا۔ انھیں ایک عمارت میں جمع کیا گیا۔ اور پھر لاش وہاں پھینک کر خون چھڑک دیا گیا، تاکہ ان کے ساتھیوں پر شک کیا جائے اور قتل کی تفتیش الجھ کر رہ جائے۔ ادھر وہ لوگ اپنے مقصد میں کامیاب ہو جائیں۔ یہ تھا منصوبہ دشمنوں کا۔" فرزانہ یہاں تک کہہ کر خاموش ہو گئی۔

"ہاں! بالکل ٹھیک۔ یہی ہوا ہے۔ لیکن اس سارے

منصوبے میں کچھ اُلجھن سی محسوس ہوتی ہے۔" محمود بولا۔

"تمہیں اور فرزانہ کی باتوں میں اُلجھن محسوس نہ ہو۔ ہو ہی نہیں سکتا۔" فاروق مسکرایا۔

"میں جاننا پسند کروں گی کہ کیا اُلجھن محسوس ہوتی ہے۔" فرزانہ نے محمود کو گھورا۔

"یہ کہ ۔ ان لوگوں کو کس طرح معلوم ہو گیا تھا ۔ کہ پروفیسر صاحب تیمور کو واپس بلائیں گے۔"

"اوہ ۔ واقعی ۔ یہ تو ایک بہت عجیب بات ہے۔" فیاض گوگر نے چونک کر کہا۔

"اور اس سوال کا جواب ہمیں پروفیسر صاحب [illegible] ینا ہے۔" محمود نے کہا۔

"ہاں ضرور کیوں نہیں ۔ اس میں کوئی ایسی بات نہیں کہ میں جواب نہ دے سکوں ۔ سازش کرنے والے سیدھے سادے لوگ تو ہوتے نہیں ۔ وہ تو بہت چالاک لوگ ہوتے ہیں، انھوں نے پہلے ہی اپنے منصوبے کی اونچ نیچ پر خوب غور کیا ہوتا ہے ۔ لہٰذا ان لوگوں نے بھی خوب سوچا ہو گا ۔ اب سُنیے ۔ مجھے تیمور کی ضرورت کیوں محسوس ہوئی ۔ تیمور خصوصیت سے ایٹم بم کے شعبے میں کام کرتا ہے ۔ بلکہ یہ سب ساتھی اسی شعبے کے ہیں ۔

مجھے ادھر سے اس کا فون موصول ہوا ۔ اس نے بتایا کہ یورینیم ۲۳۵ کے سیف کی چابی وُہ غلطی سے اپنے ساتھ لے آیا ہے، جو کہ اصول کے بالکل خلاف ہے ۔ لہٰذا اب وہ کیا کرے، میں نے اس سے کہا کہ وہ فوراً واپس آجائے اور دوسروں کو صرف یہ بتا کر آئے کہ اس کی چھٹی کینسل ہو گئی ہے، وہاں پہنچ کر وہ چند دن گزار کر نئے سرے سے چھٹی لے کر گھر چلا جائے ۔ اس طرح معاملہ چھپا رہے گا اور اس کی غلطی کا کسی کو پتا نہیں چل سکے گا۔"

"ارے باپ رے ۔ تو یورینیم ۲۳۵ کی چابی اس کے پاس ہوتی ہے۔"

"ہاں!" پروفیسر بولے۔

"مارے گئے پھر تو ۔ ہو گیا بیڑا غرق۔" فاروق نے گھبرا کر کہا۔

"کیوں ۔ کیا ہوا؟" پروفیسر صاحب گھبرا گئے۔

"لیجیے ۔ ابھی پوچھ رہے ہیں کہ کیا ہوا ۔ ارے صاحب، اب وہ چابی نقلی تیمور کے پاس ہے۔"

"نہیں!" پروفیسر صاحب، فیاض گوگر اور خالدہ رضوانی ایک ساتھ چلائے ۔ ان کی آنکھیں حیرت اور خوف سے پھیل گئیں ۔

"لیکن۔ ابھی ایک پوائنٹ ہے۔ اور وہ یہ کہ پلانٹ کی نگرانی بہت زیادہ سخت ہے۔ اور نگرانی پر ایسے لوگ مقرر ہیں۔ جو بہت زیادہ سخت ہیں۔ وہ زبان کی بجائے گولی سے بات کرتے ہیں۔ لہٰذا ان کی نگرانی میں یورینیم نکال کر لے جانا بھی تو آسان کام نہیں۔"

"صاف ظاہر ہے۔ انھوں نے اس کا بھی کوئی انتظام کیا ہی ہو گا۔"

"اگر ایسا ہو گیا تو میں تو اپنی ملازمت سے استعفیٰ دے دوں گا۔" پروفیسر صاحب گھبرا کر بولے۔

"لیکن پروفیسر صاحب۔ آپ کا اس میں کیا قصور۔"

"نہ ہو۔ لیکن میری ذمے داری میں اتنا بڑا جرم تو ہو گیا ہے۔"

"ابھی یہ نہیں کہا جا سکتا کہ جرم ہو چکا ہے۔ ہو سکتا ہے۔ ابھی نقلی تیمور اپنا کام نہ کر سکا ہو۔"

"اللہ کرے ایسا ہی ہو۔" فیاض گوگر نے فکرمندانہ انداز میں کہا۔

"یہ تو اب وہاں پہنچ کر ہی پتا چلے گا۔ کہ کیا ہوا ہے اور کیا نہیں۔" فاروق نے منہ بنایا۔

"آپ کی عدم موجودگی میں آپ کا قائم مقام وہاں

کون ہوتا ہے؟" محمود نے پوچھا۔

"پروفیسر جیلانی۔ وہ میرے اسسٹنٹ ہیں۔"

"وہ کیسے آدمی ہیں؟" فرزانہ نے پوچھا۔

"بہت اچھے۔ بہت ایمان دار۔"

"پتا نہیں کیوں۔ دل دھک کر رہا ہے۔"

"اللہ سے دعا کریں۔ دعا۔" محمود نے کہا۔

وہ دعائیں کرنے لگے۔ طیارہ اپنا سفر طے کرتا رہا۔ یہاں تک کہ وہ شاملی کے ایرپورٹ پر اتر گیا۔ پروفیسر کی کار ایرپورٹ پر ہی موجود تھی۔ انھوں نے چابی جیب سے نکالی اور فیاض گوگر کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا: آپ کار نکال لائیں۔"

"جی بہتر!" انھوں نے کہا اور چابی لے کر چلے گئے۔ جلد ہی سفید رنگ کی ایک کار ان کے قریب آ کر رک گئی۔ وہ پچھلی سیٹ پر بیٹھ گئے۔

"گاڑی آپ ہی چلائیں۔ میں ذہنی طور پر بہت زیادہ پریشان ہوں۔"

"اوکے پروفیسر صاحب۔"

کار چل پڑی۔ ایک گھنٹے کے سفر کے بعد وہ ایک عجیب سے علاقے میں داخل ہوئے۔ اس آبادی کے مکانات

عجیب طرز کے تھے۔ مینار نما۔۔ نیچے سے چوڑے اوپر سے نوکیلے، اور سب مکان ایک جیسے تھے:

"ان مکانات میں پلانٹ میں کام کرنے والے رہتے ہیں۔" فیاض گوگر نے بتایا۔

"اور پلانٹ کس طرف ہے؟"

"ہم اب اسی طرف جا رہے ہیں۔"

آخر ان کی کار اس عجیب طرز پر بنی تجربہ گاہ کے اندر داخل ہوئی۔ چاروں طرف مسلح فوجی کھڑے نظر آئے۔ یہ تو پروفیسر کی کار تھی۔ جس وجہ سے اسے روکا نہیں گیا۔ ورنہ باہر ہی روک لیا جاتا۔ عمارت کے دروازے پر البتہ انھیں روک لیا گیا۔ ایک فوجی آفیسر کار تک آیا:

"اوہو۔ پروفیسر صاحب آپ۔ آپ اتنی جلدی واپس آ گئے۔"

"ہاں! ایک ضروری کام کی وجہ سے۔ آپ سنائیں، یہاں ہر طرح خیریت تو ہے؟"

"بالکل خیریت ہے۔ کیوں؟"

"نہیں۔ کوئی بات نہیں۔"

"ہم کار کی تلاشی لیں گے سر۔"

"میں جانتا ہوں، لیکن ذرا جلدی لے لیں۔ ہمارے

پاس وقت بہت کم ہے۔"

"آپ لوگ باہر آ جائیں۔"

وہ کار سے باہر آ گئے۔

"آپ پروفیسر نعمان اختیاری ہیں۔ یہ فیاض گوگر ہیں اور یہ خالد رضوانی ہیں۔ لیکن یہ تینوں کون ہیں؟"

"یہ انسپکٹر جمشید کے بچے ہیں۔"

"ان کے پاس اندر جانے کا اجازت نامہ ہے؟"

"نہیں بھئی۔ یہ بہت جلدی میں روانہ ہوئے ہیں۔"

"تب تو یہ اندر نہیں جا سکتے۔"

"اوہ کیا غلطی ہوئی ہے۔ جلدی میں ہم اجازت نامہ حاصل کرنا بھول گئے۔"

"آپ سمجھ سکتے ہیں۔ ہمیں کسی صورت میں بھی اس کی اجازت نہیں کہ بغیر اجازت نامے کے کسی کو اندر جانے دیں۔"

"اوہ۔ اب کیا ہو گا۔ آپ لوگوں کو تو باہر ہی ٹھہرنا پڑے گا۔"

"گویا یہاں آپ کی اجازت بھی کام نہیں آئے گی؟"

"نہیں۔ صدرِ مملکت کے ہاتھ کا اجازت نامہ ہونا بہت ضروری ہے۔"

"خیر۔ ہمارا خیال ہے کہ ہم اندر داخل ہو سکتے ہیں۔"

محمود مسکرایا۔

"جی نہیں۔ آپ اندر داخل نہیں ہو سکیں گے۔"

"پہلے اس کو دیکھ لیں۔" محمود نے جیب سے اپنا خصوصی اجازت نامہ نکال کر کہا۔

"یہ کیا ہے؟"

"یہ اجازت نامہ اگرچہ خصوصیت سے ایٹمی پلانٹ کے لیے تو نہیں ہے، لیکن آپ پہلے پڑھ لیں۔"

فوجی آفیسر نے جلدی جلدی اجازت نامہ پڑھا اور الجھن کے عالم میں بولا:

"یہ تو الجھن پیش آ گئی۔ اب کیا کریں؟"

"صدر صاحب کا اجازت نامہ ہے۔ آپ ہمیں کس طرح روک سکتے ہیں۔"

"ٹھیک ہے۔" آفیسر نے کہا۔

"کیا ٹھیک ہے؟"

"صدر صاحب سے فون پر بات کر لیتے ہیں۔"

"اور اگر وہ نہ مل سکے؟"

"پھر آپ کو کچھ انتظار کرنا ہوگا۔"

"گویا آپ اس اجازت نامے کو کافی خیال نہیں کرتے؟"

"دراصل یہ تمام ملکی معاملات میں دخل اندازی کا خصوصی

اجازت نامہ ہے۔ لیکن میں سمجھتا ہوں، ایٹمی پلانٹ ان سب سے الگ معاملہ ہے۔"

"اچھی بات ہے۔ لائیے۔ فون کر لیتے ہیں۔"

انھوں نے صدر صاحب کے نمبر ملائے۔ پندرہ منٹ کی کوشش کے بعد صدر صاحب سے رابطہ قائم ہو گیا اور ان کی آواز سنائی دی:

"اوہو۔ محمود یہ تم ہو۔"

"یس سر۔ ہم اس وقت ایٹمی پلانٹ کے باہر موجود ہیں۔ اور یہاں داخلے کا مسئلہ ہے۔"

"کیوں۔ کیا خصوصی اجازت نامہ گھر بھول آئے ہو؟"

"جی نہیں۔ یہ اسے یہاں منظور نہیں کر رہے۔"

"اچھا۔ ریسیور انھیں دو۔"

محمود نے ریسیور اس کی طرف بڑھا دیا۔ دوسری طرف کی بات سن کر اس نے یس سر یس سر کہا اور ریسیور رکھ کر ان کی طرف مڑا:

"اب آپ جا سکتے ہیں۔"

"شکریہ جناب۔ ویسے آپ کی احتیاط دیکھ کر بہت خوشی ہوئی ہے۔"

"شکریہ جناب۔" اس نے بھی مسکرا کر کہا۔

—

انھوں نے اس عمارت کے باہر ہر قدم پر مسلح فوجی دیکھا تھا۔ انھیں ایک خاص ترتیب سے مقرر کیا گیا تھا، پھر عمارت کی چھت پر طیارہ شکن توپیں چاروں طرف نصب تھیں، ان پر بھی فوجی چوکس کھڑے تھے۔ عمارت کی فصیل پر بالکل کسی قلعے کے محافظوں کی طرح فوجی موجود تھے۔ اس قدر حفاظت کے انتظامات انھوں نے پورے مُلک میں کسی عمارت پر نہیں دیکھے ہوں گے۔

وُہ پروفیسر نعمان اختیاری کے ساتھ کار میں ہی اندر کی طرف چلے۔ انھیں پانچ منٹ تک چلنا پڑا، تب کہیں جا کر پروفیسر صاحب کا شعبہ آیا۔ اس عمارت میں صرف ایٹم بم کا ہی شعبہ نہیں تھا۔ بلکہ جتنے بھی ایٹمی معاملات تھے، ان کے الگ الگ شعبے مقرر کر دیے گئے تھے۔ پروفیسر نعمان اختیاری صرف ایٹم بم کے شعبے کے انچارج تھے۔ جونہی ان کی کار رکی۔ ان کے کئی ماتحت دوڑ کر آگے آئے۔ ان میں سے ایک نے کار کا دروازہ کھولا اور باادب انداز میں بولا:

"السلام علیکم سر۔ آپ بہت جلد واپس آ گئے؟"

"ہاں! ایک ایسا ہی معاملہ پیش آگیا ہے۔ میں فوری طور پر تیمور تلبانی سے ملنا چاہتا ہوں۔"

"کیوں سر۔ خیر تو ہے؟"

"سوال نہیں۔ بس مجھے فوراً اس کے پاس جانا ہے۔ آپ لوگ بھی چلیں۔"

"یہ ساتھ کیا کریں گے جناب؟" محمود نے اعتراض کیا۔

"خیر۔ اب فیاض گوگر اور خالد رضوانی تو ساتھ ضرور چلیں گے۔"

"او کے سر۔"

وہ ان کے ساتھ آگے بڑھے۔ اب فیاض گوگر اور خالد رضوانی آگے آگے تھے، پروفیسر نعمان اختیاری ان کے پیچھے تھے اور ان کے بعد محمود، فاروق اور فرزانہ۔ مارے بے چینی کے ان کا بُرا حال تھا۔ وہ جلد از جلد تیمور تلبانی تک پہنچ جانا چاہتے تھے۔ آخر اس کے دفتر کے سامنے پہنچ کر وہ رک گئے۔ باہر چپراسی موجود تھا، انھیں دیکھ کر وُہ گھبرا گیا:

"تیمور تلبانی اندر ہیں؟"

"جی نہیں۔ ان کی طبیعت اچانک خراب ہو گئی تھی۔ وُہ گھر چلے گئے ہیں۔"

"اور کس وقت؟"

"ابھی آدھ گھنٹہ پہلے۔"

"اوہ۔ لیکن دروازے پر کسی نے ہمیں نہیں بتایا۔"

پروفیسر صاحب بولے۔

"اور آپ نے یہ بات کسی سے پوچھی کب؟" محمود نے کہا۔

"اوہ ہاں واقعی۔ آئیے جلدی کریں۔" ان کے چہرے پر گھبراہٹ طاری تھی۔

وہ واپس آئے۔ اور رہائشی حصّے کی طرف گئے، لیکن تیمور تلبانی کے دروازے پر انھیں تالا لگا نظر آیا۔

"اس کا مطلب ہے۔ وہ فرار ہو چکا ہے۔"

"اُف مالک۔ اب یورینیم کا اللہ ہی حافظ ہے۔"

"لیکن کیوں پروفیسر صاحب؟" فیاض گوگر نے حیران ہو کر کہا۔

"کیا مطلب؟" پروفیسر صاحب ان کی طرف مڑے۔

"مم۔ میرا مطلب ہے۔ پلانٹ کی عمارت سے باہر جانے والے ہر فرد کی تلاشی لی جاتی ہے۔ سوائے آپ کے۔ آپ کے رینک کے دُوسرے آفیسرز کی بھی تلاشی نہیں لی جاتی۔ پھر یہ کیسے ممکن ہے کہ تیمور تلبانی۔ میرا مطلب ہے، نقلی تیمور تلبانی یورینیم لے جانے میں کامیاب ہو گیا ہو۔"

"ہوں۔ بات معقول ہے۔ لیکن جن لوگوں نے اتنا لمبا چوڑا چکر چلایا۔ انھوں نے اس کی بھی کوئی ترکیب کی ہی ہو گی۔"

"تو پھر چلیے۔ دیکھ لیتے ہیں۔"

وُہ فوراً ان کی طرف لپکے۔ اور اس سیف کے پاس جا رُکے جس میں یورینیم ۲۳۵ رکھا گیا تھا۔ یہ بہت موٹی دیواروں والا خاص دھاتوں کو ملا کر بنایا گیا سیف تھا، اس کے تالے بھی عجیب و غریب تھے۔ عام آدمی تو اس سیف کو دیکھ کر ہی چکرا جاتا تھا۔ محمود، فاروق اور فرزانہ کو بھی اس کا کھول لینا قریب قریب ناممکن محسوس ہوا۔ پروفیسر نعمان اختیاری نے جلدی جلدی ہاتھ چلانے شروع کر دیے۔ اور پھر سیف کا دروازہ کھل گیا۔ اب پھر اس میں کچھ خانے نظر آئے۔ اور ان میں بھی عجیب و غریب تالے لگے ہوئے تھے۔ پروفیسر صاحب نے ان میں سے ایک خانے کے تالے کھولے۔ آخر وہ خانہ بھی کھل گیا۔ اچانک پروفیسر کے منہ سے مارے خوشی سے نکلا:

"یا اللہ تیرا شکر ہے۔"

اندر یورینیم موجود تھی۔ پروفیسر نے جلدی جلدی دوبارہ تالے لگا دیے اور ان کی طرف مڑے:

"لیکن پھر۔ نقلی تیمور کے اندر داخل ہونے کا مقصد کیا تھا؟"

"مقصد تو یہی رہا ہو گا۔ بس اس سے سیف نہیں کھل

سکی۔" محمود نے خیال ظاہر کیا۔

"بالکل ٹھیک۔ ضرور یہی بات ہے۔"

"یہ بھی بہت بڑی بات ہے کہ وہ یہاں تک پہنچ تو گیا۔ اب دیکھیے نا۔ وہ اندر کے حالات کا جائزہ تو لے ہی گیا ہے۔ ہو سکتا ہے۔ اب اس سے بھی کوئی ماہر آدمی داخل ہونے کی کوشش کرے۔"

"تب پھر حفاظتی انتظامات اور زیادہ سخت کرا دیں۔ اور حفاظتی عملے کو ہدایات بھی جاری کر دیں۔ کہ وہ پوری طرح چوکس ہو جائیں۔"

"یس۔ میں ایسا ہی کروں گا۔"

"اور اب آپ دارالحکومت بھی نہ جائیں۔ وہاں کے معاملے کو ہم خود دیکھ لیں گے۔ تیمور تلبانی کو ان کے کسی ساتھی نے قتل نہیں کیا۔ یہ قتل تو ان لوگوں نے کیا ہے۔ جو پلانٹ میں داخل ہونے کے چکر میں ہیں۔"

"اب یہ آپ خود دیکھ لیں۔ میں تو اب دن رات یہیں رہنا پسند کروں گا۔"

"تو پھر کیا اب ہمیں اجازت ہے؟"

"چلیے۔ میں بھی آپ کے ساتھ چلتا ہوں۔ کرنل صاحب کو ساری بات بھی تو بتانا ہے۔" پروفیسر بولے۔

وہ ان کے ساتھ باہر نکلے۔ اور پھر اس جگہ پہنچے جہاں فوجیوں نے اپنا کیمپ لگایا ہوا تھا۔ جلد ہی وہ کرنل کے خیمے میں داخل ہوئے۔ یہ کافی بڑا خیمہ تھا، اندر باقاعدہ دفتر موجود تھا۔ میزوں پر کئی فوجی آفیسر کام میں مصروف تھے۔ آخری میز پر کرنل کی کرسی پر ایک اونچے قد کے بارعب آدمی بیٹھے نظر آئے۔ انھوں نے جونہی پروفیسر نعمان اختیاری کو دیکھا، اٹھ کر کھڑے ہو گئے:

"اوہو۔ پروفیسر صاحب۔ آپ نے کیوں زحمت کی۔ مجھے بلا لیا ہوتا۔"

"کوئی بات نہیں۔ اس سے کیا فرق پڑتا ہے۔ یہ محمود، فاروق اور فرزانہ ہیں۔ انسپکٹر جمشید کے بچے۔"

"اوہو۔" وہ حیرت زدہ رہ گئے۔

"اور یہ کرنل بلال ہیں۔"

"آپ سے مل کر بہت خوشی ہوئی جناب۔" محمود نے کہا اور دونوں نے ان سے ہاتھ ملایا۔

"خوشی تو خیر مجھے بھی ہوئی ہے، لیکن خوشی سے زیادہ حیرت ہوئی ہے۔ آپ یہاں کہاں؟"

"اس کی وضاحت پروفیسر صاحب کریں گے۔" فاروق نے کہا۔

"ہاں ضرور۔ کیوں نہیں۔" یہ کہہ کر پروفیسر صاحب نے
ساری بات انھیں سُنا دی۔

"حیرت انگیز۔ بلکہ خوفناک ترین۔"

"جی ہاں۔ بالکل۔" پروفیسر بولے۔

"پھر۔ اب کیا کرنا ہے؟"

"آپ آس پاس اپنے کچھ آدمیوں کے ذریعے اس
نقلی تیمور تلبانی کو تلاش کرائیں اور حفاظتی انتظامات سخت
کر دیں۔ سخت قسم کی چیکنگ کریں۔ بغیر تلاشی کسی کو بھی
باہر نہ جانے دیں۔ یہاں تک کہ مجھے بھی۔" پروفیسر نعمان
اختیاری بولے۔

"خیر۔ آپ کی تو ہم تلاشی نہیں لے سکتے۔" کرنل صاحب
نے مسکرا کر کہا۔

"لیکن میرے خیال میں تو سبھی کی لینی چاہیے۔"

"ہم ایسا ہی کریں گے۔ آپ فکر نہ کریں۔"

"اب ہم چلتے ہیں پروفیسر صاحب۔ اور کرنل صاحب۔"

"شکریہ!" دونوں نے ایک ساتھ کہا اور ہاتھ ملائے۔

وہ پلانٹ سے باہر آ گئے۔ پروفیسر صاحب نے اپنے
ڈرائیور کو ہدایات دیں کہ انھیں ایرپورٹ تک پہنچایا جائے۔
تینوں ان کی گاڑی میں بیٹھ گئے۔ اور کار چل پڑی۔

"نہ جانے کیا بات ہے۔ میں خوف محسوس کر رہی ہوں۔"
فرزانہ بڑبڑائی۔

"میرا بھی یہی حال ہے۔" محمود نے کہا۔

"جب تم دونوں کا یہی حال ہے تو پھر مجھے بھی زبردستی
اپنا یہی حال کرنا پڑے گا۔" فاروق نے منہ بنایا۔

"گویا تم کوئی خوف محسوس نہیں کر رہے۔ کوئی اُلجھن
نہیں ہو رہی تمھیں؟"

"میں خوف بھی محسوس کر رہا ہوں اور اُلجھن بھی۔
لیکن کر ہی کیا سکتا ہوں۔ میرے بس میں ہو تو ہم
یہیں ٹھہر جائیں۔"

"بات معقول ہے۔ ہم میں سے ایک تو کم از کم
یہاں رک ہی سکتا ہے۔"

"حیرت تو ابا جان پر ہے۔ آخر۔ کہاں ہیں؟"

"وہ جس مہم پر نکلے ہوئے ہیں۔ ابھی اس سے فارغ
نہیں ہوئے ہوں گے نا۔ بہرحال جونہی فارغ ہوں گے،
گھر پہنچیں گے اور پھر انھیں سارے حالات بتا دیے جائیں گے۔"

"تو پھر۔ کیا خیال ہے۔ یہاں کسی ایک کے ٹھہرنے
کے بارے میں۔" فرزانہ نے کہا۔

"میں یہیں ٹھہر جاتا ہوں۔ بلکہ میں ایرپورٹ تک بھی

نہیں جاتا۔ مجھے واپس پہنچا آؤ۔"

" اچھی بات ہے۔ ڈرائیور صاحب۔ آپ محسوس تو کریں گے۔ ہمارے بھائی صاحب کو پھر سے ایٹمی پلانٹ تک پہنچا آئیں۔" فاروق نے کہا۔

کوئی بات نہیں جناب۔" اس نے با اخلاق لہجے میں کہا۔

اس نے گاڑی موڑ لی۔ جلد ہی وہ پھر پلانٹ تک پہنچ گئے۔ پھر وہ کار سے اترے اور کرنل کے خیمے کی طرف چل پڑے۔ کرنل نے انھیں پھر خیمے میں دیکھ کر پلکیں جھپکائیں۔ پروفیسر صاحب اب خیمے میں نہیں تھے، گویا وہ جا چکے تھے۔

" خیر تو ہے۔ آپ لوٹ آئے؟"

" ہم نے ایک فیصلہ کیا ہے جناب۔ امید ہے آپ کوئی اعتراض نہیں کریں گے۔"

" فرمائیے۔" انھوں نے کہا۔

" ہم نے فیصلہ کیا ہے کہ ہم میں سے ایک یہیں رکے گا۔"

" یہ تو اور اچھی بات ہے۔ بھلا مجھے اعتراض کیوں ہو گا۔ اعتراض ہے تو صرف شناخت کا۔"

" شناخت۔ کیا مطلب؟"

" ابھی تک یہ تصدیق نہیں کی گئی کہ آپ لوگ واقعی محمود، فاروق اور فرزانہ ہیں۔ نہ اس کی ضرورت تھی، کیونکہ پروفیسر نعمان اختیاری صاحب آپ کو ساتھ لے کر آتے تھے۔ اب چونکہ خود آپ لوگ میرے پاس آئے ہیں۔ لہٰذا میں پہلے تصدیق کروں گا۔ آپ جانتے ہی ہیں۔ یہ کس قدر حساس جگہ ہے۔"

" ہاں! ہم جانتے ہیں اور ایسا کر کے آپ بہت اچھا کریں گے۔ یہ دیکھیے ہمارے کاغذات اور یہ رہا خصوصی اجازت نامہ۔" محمود بولا۔

کاغذات دیکھنے کے بعد جب کرنل صاحب نے خصوصی اجازت نامہ پڑھا تو حیرت زدہ رہ گئے:

" اوہو۔ اس اجازت نامے کی رو سے تو آپ ہمارے تمام کاموں میں دخل اندازی کر سکتے ہیں۔"

" لیکن ہم کریں گے نہیں۔" محمود مسکرایا۔

" بہت بہت شکریہ۔ آپ میں سے جو بھی یہاں رہنا چاہیں۔ رہ سکتے ہیں۔"

" فاروق۔ فرزانہ تم جاؤ۔ خطرہ ختم ہوتا نظر آیا تو میں لوٹ آؤں گا۔ تم تلبانی کے قاتل کا سراغ لگانے کی کوشش کرو۔" محمود نے جلدی جلدی کہا۔

"ہم جاتے ہی یہ کام شروع کریں گے۔ تم فکر نہ کرو۔"

دونوں ہاتھ ملا کر رخصت ہو گئے۔ محمود نے کرنل صاحب سے کہا:

"آپ مجھے فوراً پروفیسر صاحب کے پاس پہنچا دیں، میں ان کے ساتھ رہنا پسند کروں گا۔"

"اچھی بات ہے۔"

ایک فوجی آفیسر اسے اپنے ساتھ پروفیسر صاحب کے دفتر تک لے آیا۔

"بس آپ یہیں سے لوٹ جائیں۔ اندر ساتھ جانے کی ضرورت نہیں۔" محمود نے آفیسر سے کہا۔

"او کے سر۔" اس نے کہا اور سلیوٹ مار کر چلا گیا۔

محمود اندر داخل ہوا۔ پروفیسر نعمان اختیاری دیوار پر لگے ایک نقشے پر کوئی چیز تلاش کر رہے تھے۔ قدموں کی آہٹ سُن کر وہ چونک کر مڑے اور پھر ان کے منہ سے نکلا:

"ارے۔ کیا ہوا۔ خیر تو ہے؟"

"جی ہاں۔ بالکل خیریت ہے۔"

"آپ پھر آ گئے؟"

"ہم نے یہی فیصلہ کیا ہے۔ ایک یہیں رکے گا۔ دو

واپس جائیں گے۔ تاکہ یہاں کے حالات پر بھی نظر رکھی جا سکے۔"

"اگرچہ اس کی ضرورت نہیں تھی، کیونکہ کرنل صاحب بہت زیادہ ذمے دار قسم کے آدمی ہیں، لیکن پھر بھی آپ کے فیصلے سے خوشی محسوس ہو رہی ہے۔" انھوں نے کہا۔

"شکریہ پروفیسر صاحب۔ اوہو۔ یہ میں کیا دیکھ رہا ہوں۔" محمود نے گھبرا کر کہا۔

اس کی آنکھیں خوف سے پھیل گئیں۔

وہ چیز

فاروق اور فرزانہ ایر پورٹ سے نکل کر سیدھے گھر پہنچے۔ ان کی امی نے انھیں دیکھ کر پلکیں جھپکائیں:

"خیر تو ہے۔ امی جان؟"

"محمود تمھارے ساتھ نظر نہیں آ رہا؟"

"اسے ہم ایٹمی پلانٹ میں چھوڑ آئے ہیں۔"

"ہائیں۔ ایٹمی پلانٹ میں۔ تم وہاں سے آ رہے ہو۔"

"جی ہاں! ایک بہت سنگین معاملہ ہے۔"

"اگر بتانا پسند کرو تو میں بھی سننا چاہوں گی۔"

"ضرور امی جان۔" فاروق نے کہا اور ساری بات انھیں سنا دی۔

"یہ تو واقعی بہت سنگین معاملہ ہے۔" وہ بولیں۔

"ہم ابا جان کی بہت ضرورت محسوس کر رہے ہیں۔"

"ان کی طرف سے کوئی اطلاع نہیں ملی۔"

"میرا خیال ہے۔ ہم آئی جی صاحب سے رابطہ کرتے ہیں۔"

یہ کہ کر فاروق نے فون کے نمبر گھمائے۔ جلد ہی آئی جی نثار احمد صاحب کی آواز سنائی دی:

"السلام علیکم سر۔ فاروق بات کر رہا ہوں۔ کیا آپ بتا سکتے ہیں سر۔ کہ ابا جان کہاں ہیں۔ کس مہم پر ہیں؟"

"نہیں بتا سکتا۔" انھوں نے ہنس کر کہا۔

"کیا مطلب؟"

"وہ حضرت کبھی بتا کر جاتے ہوں۔ تبھی بتا سکتا ہوں، لیکن تم کیوں پریشان ہو؟"

اب فاروق کو انھیں بھی حالات سنانے پڑے۔

"ہوں! مجھے واقعی معلوم نہیں کہ وہ کہاں ہیں اور کس سلسلے میں غائب ہیں۔"

"خیر کوئی بات نہیں۔ ہم انکل اکرام کو ساتھ لے کر مختار ہال جا رہے ہیں۔ تیمور تلبانی کے قاتل کو اگر ہم پکڑ لیتے ہیں تو گویا اس ساری سازش کو بے نقاب کر دیں گے۔"

"ہاں! میرا بھی خیال ہے۔"

اب فاروق نے اکرام کو فون کیا:

"السلام علیکم انکل۔ ہم تین کی بجائے اس وقت

دو ہیں ۔ تیسرے آپ ہو جائیں۔" فاروق نے شوخ آواز میں کہا۔

" کیا مطلب ۔ یہ کیا بات ہوئی؟" اکرام نے حیرت زدہ انداز میں کہا۔

" یعنی یہ کوئی بات ہی نہیں ہوئی۔"

" نہیں ۔ بالکل نہیں ہوئی"

" آخر کیسے ۔ پتا بھی تو چلے۔"

" آپ لوگ تین کی بجائے دو ہیں ۔ ایک کہاں گیا؟"

" ایک ایٹمی پلانٹ میں رہ گیا۔"

" کیا مطلب؟"

" جب آپ ہم تک پہنچ جائیں گے تو آپ کو بھی ساری بات بتا دی جائے گی۔"

" اچھا خیر ۔ کہاں پہنچوں؟"

" مختار ہال ہی آ جائیں۔"

" اچھی بات ہے۔"

وہ اسی وقت گھر سے مختار ہال کی طرف روانہ ہوئے۔

" کیوں نہ انکل خان رحمان کو بھی بلا لیں۔" فاروق نے کہا۔

" ان کی وہاں بھلا کیا ضرورت ۔ کوئی جنگ تو لڑنا

پڑ نہیں رہی۔"

" انکل خان رحمان صرف جنگ کے موقعوں پر ہی کام نہیں آتے۔"

" خیر بلا لیتے ہیں۔" اس نے کندھے اچکائے۔

فاروق نے انھیں بھی فون کیا۔ اور مختار ہال پہنچنے کے لیے کہا۔ وہ قریباً ساتھ ساتھ ہی وہاں پہنچے ۔ فیاض گوگر اور خالد رضوانی ان سے پہلے یہاں پہنچ چکے تھے ، کیونکہ وہ ایر پورٹ سے سیدھے ادھر آئے تھے ۔ پہلے انھوں نے سب سے ہاتھ ملائے ، پھر فاروق نے پوچھا:

" یہاں کے حالات جوں کے توں ہیں ۔ یا کوئی نئی بات پیش آئی ہے؟"

" جوں کے توں ہیں۔" زاہد جھٹہ نے کہا۔

" اچھا ۔ پہلے ہم الگ کمرے میں ایک میٹنگ کر لیں۔ اس کے بعد آپ لوگوں کے ساتھ اپنا کام شروع کریں گے۔"

" جی بہتر۔"

وہ چاروں ایک الگ کمرے میں آ گئے۔

" پہلے میں سارے حالات سنا دوں ، کیونکہ انکل خان رحمان کو تو شاید کچھ بھی معلوم نہیں۔"

" ہاں ! یہی بات ہے۔" وہ مسکرائے۔

فاروق نے حالات سُنا دیے، پھر بولا:

"اب ہم یہاں تفتیش شروع کرتے ہیں۔ آیئے۔"

وہ باہر نکل کر سب لوگوں کے پاس پہنچ گئے:

"دیکھیے جناب۔ یہ معاملہ بہت رنگین۔ اوہ میرا مطلب ہے سنگین ہے۔ بات ایٹمی پلانٹ تک جا پہنچی ہے۔"

"کیا!!!" وہ سب ایک ساتھ چلّائے۔

"جی ہاں! اس معاملے کا تعلق ایٹمی پلانٹ سے ہے۔ فی الحال ہم یہاں کی بات کریں گے۔ اس عمارت سے مسٹر تیمور تلبانی کی لاش ملی ہے، لیکن اس میں بھی کوئی شک نہیں کہ انھیں تین دن پہلے کسی اور جگہ قتل کیا گیا تھا۔ قتل کرنے کے بعد انھیں ڈیپ فریزر میں رکھ دیا گیا۔ اور وہاں سے نکال کر مختار ہال میں پہنچایا گیا۔ اس پر خُون انڈیلا گیا۔ وغیرہ وغیرہ۔"

"یہ وغیرہ وغیرہ کہاں سے ٹپک پڑا۔" فرزانہ نے اسے گھورا۔

"اوہ معاف کرنا۔ زبان پھسل گئی تھی۔ ہاں تو میں کیا کہہ رہا تھا؟"

"وغیرہ وغیرہ۔" فرزانہ نے کہا۔

"دھت تیرے کی۔ بات کو اِدھر اُدھر نہ لے جاؤ۔"

"بالکل محمود بننے کی کوشش کر رہے ہو۔" فرزانہ نے جھلا

کر کہا۔

"اوہو۔ کیا ہو گیا ہے بھئی۔ سب لوگ تمھاری بات کو بہت غور سے سُن رہے ہیں۔"

"اوہ! میں تو بھول ہی گیا تھا۔ ہاں تو میں کہہ رہا تھا کہ تیمور تلبانی کو کہیں اور قتل کیا گیا۔ آپ لوگ جب اس عمارت میں آئے تو یہاں کوئی بھی نہیں تھا۔ کیوں یہی بات ہے نا؟"

"جی ہاں بالکل۔"

"آپ لوگوں نے اس کمرے کو بھی دیکھا تھا جس میں بعد میں لاش نظر آئی؟"

"ہاں بالکل۔ ہم پوری عمارت میں گھومے اور پھرے تھے، لیکن اس وقت اس کمرے میں لاش نام کی کوئی چیز نہیں تھی اور نہ تیمور تلبانی کہیں نظر آیا۔"

"تب پھر اس کا صرف ایک مطلب ہے۔ اس کی لاش کو سیڑھی لگا کر کھڑکی کے راستے اس کمرے میں لایا گیا۔ کیونکہ صدر دروازہ تو اندر سے بند تھا۔ اور کھڑکی اندر سے کُھلی تھی۔"

"جی ہاں! یہی بات ہے۔"

"لیکن کھڑکی کیوں کُھلی ہوئی تھی؟ سوال تو یہ ہے۔"

"اس طرف شاید ہم نے توجہ نہیں دی۔ اس وقت کسے معلوم تھا کہ اس کمرے میں لاش لا کر ڈالی جائے گی۔ لہٰذا ہم کچھ نہیں کہہ سکتے کہ کھڑکی بند تھی یا کھلی۔"

"مشکل یہ ہے کہ یہ ایک بہت اہم سوال ہے۔" فرزانہ نے منہ بنایا۔

"کیا مطلب؟"

"اگر کھڑکی اندر سے بند تھی اور آپ لوگوں نے آکر اس کو کھولا بھی نہیں تھا تو پھر اس کا صرف اور صرف یہ مطلب بنتا ہے کہ ..." فرزانہ کہتے کہتے رک گئی۔

"کیسے کیسے۔ آپ رک کیوں گئے؟"

"یہ مطلب بنتا ہے کہ آپ میں سے کسی ایک نے خاموشی سے کھڑکی کھول دی تھی۔ تاکہ اس راستے سے لاش کو اندر لایا جا سکے۔"

"کیا۔ نہیں۔" وہ چلّائے۔

"ہاں جناب۔ مطلب یہ کہ اس صورت میں آپ میں سے کوئی ایک تلبانی کا قاتل ہے۔"

"ارے باپ رے۔ یہ تو بہت خوفناک بات ہے۔" زاہد بھٹہ نے کہا۔

"بالکل! اس کی خوفناکی میں بھلا کیا شک ہے۔"

"اور اگر کھڑکی پہلے ہی اندر سے کھلی تھی۔"

"تب بھی آپ لوگ شک سے بری نہیں سمجھے جا سکتے۔"

"لیکن بھلا ہم اپنے قریبی ساتھی کو کیوں قتل کرتے۔ کوئی وجہ بھی تو ہونی چاہیے۔" زاہد بھٹہ نے بُرا سا منہ بنایا۔

"ہاں! ہم لوگ وجہ کی ہی تو تلاش میں ہیں۔ وجہ ملنے کے بعد تو اصل مجرم تک پہنچنے میں کوئی دیر نہیں لگے گی۔ ارے ہاں۔ انکل خون کی رپورٹ کیا ہے؟"

"خون انسانی تھا، لیکن کم از کم تیمور تلبانی کا نہیں تھا۔"

"اور انگلیوں کے نشانات؟"

"پائپ پر سے انگلیوں کے نشانات نہیں مل سکے۔ غالباً مجرم نے دستانے پہن رکھے تھے۔ کھڑکی کے نیچے زمین پر سیڑھی رکھنے کے نشانات اس لیے نظر نہیں آسکے کہ اس طرف گھاس بہت گھنی ہے۔"

"اس کا مطلب تو پھر یہ ہوا کہ تفتیش کا کام یہاں آکر رک گیا ہے۔" فرزانہ بڑبڑائی۔

"نہیں۔ خیر۔ تفتیش کی گاڑی کو ہم کسی نہ کسی طرح دھکیل ہی لیں گے۔ وہ خط آپ نے تحریر کے ماہر سے چیک کرائے؟"

"ہاں! وہ تحریر تیمور تلبانی کی نہیں ہے، بہترین نقل ضرور کی گئی ہے۔"

"اوہ! اس کا مطلب ہے، منصوبہ سازی پہلے سے کر لی گئی تھی۔ ان لوگوں کو اسی لیے بلایا گیا کہ قتل کا شبہ ان پر کیا جائے۔ اور ان میں سے کوئی ایک بطور قاتل پکڑا جائے۔ تاکہ معاملہ ختم ہو جائے اور اصل قاتل صاف بچ جائے۔ قتل کرنے کی ضرورت انھیں اس طرح پیش آئی کہ نقلی تیمور تلبانی کو تیار کر کے اٹیمی پلانٹ بھیجنا تھا۔ پہلے انھوں نے تیمور کو اغوا کیا۔ اس کو سامنے بٹھا کر اس کی نقل تیار کی گئی اور یہ میک اَپ کسی بہترین ماہر سے کرایا گیا۔ جب نقلی تیمور تیار ہو گیا اور اس کی معلومات پوری طرح نقلی نے حفظ کر لیں تو اصل تیمور کو موت کے گھاٹ اتار دیا گیا۔ اس کے وہ بعد وہ خط لکھے گئے۔"

"یہاں ایک اعتراض پیدا ہوتا ہے۔" فرزانہ بول اُٹھی۔

"میری باتوں میں اور تمھیں اعتراض نظر نہ آئے۔ ہو ہی نہیں سکتا۔ خیر اعتراض بیان کرو۔"

"آخر قاتل کو ایسا کرنے کی کیا ضرورت تھی۔ وہ تیمور کی لاش کو خاموشی سے دفن بھی تو کر سکتا تھا۔ اس طرح نقلی تیمور زیادہ آسانی سے اٹیمی پلانٹ جاتا۔ اس کی لاش مختار ہال میں رکھنے سے تو یہ گڑبڑ ہوئی کہ ہم نے ان کے انچارج پروفیسر نعمان اختیاری کو بلا لیا۔ اور اس

طرح نقلی کا بھانڈا پھوٹ گیا۔"

"ہاں واقعی۔ فرزانہ کا اعتراض درست ہے۔"

"درست تو ہے، لیکن پھر ہم اس کیس کا اور کس طرح جائزہ لے سکتے ہیں۔"

"دوسری الجھن یہ ہے کہ انھیں قتل کے تیسرے دن سب لوگوں کو بلانے کی کیا ضرورت تھی۔ اسی دن کیوں نہ ایسا کر لیا گیا۔ اس میں کیا حرج تھا۔"

"ان سوالات کے ہمارے پاس بالکل جواب نہیں ہیں۔ ان لوگوں سے الگ الگ سوالات کرنا ہوں گے۔"

"تو پھر ٹھیک ہے۔ ہم الگ کمرے میں بیٹھ جاتے ہیں۔ ایک ایک کر کے انھیں بلاتے ہیں۔" اکرام نے کہا۔

وہ ایک الگ کمرے میں بیٹھ گئے۔ سب سے پہلے خالد رضوانی کو بلایا گیا۔ سوالات کرنے کی ذمے داری فاروق کو سونپی گئی تھی، لہٰذا اس نے پہلا سوال کیا:

"تو تیمور تلبانی کو آپ نے قتل کیا ہے؟"

"یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں؟" اس نے بوکھلا کر کہا۔

"تو قتل آپ نے نہیں کیا؟"

"ہرگز نہیں جناب، مجھے کیا ضرورت تھی ایسا کرنے کی، وہ تو ہمارا پرانا ساتھی تھا۔" خالد رضوانی نے کہا۔

"تو پھر کس نے کیا ہے قتل؟"

"میں کیا جانوں جناب۔"

"کیا تیمور کو ایٹمی پلانٹ کا کوئی راز معلوم تھا؟"

"راز۔ نہیں، ایسی تو کوئی بات نہیں۔"

"تو پھر کسی کو کیا پڑی تھی ۔ یہ بھیانک جرم کرنے
کی، ارے ہاں! کیا اس کے پاس ایٹمی پلانٹ کی کوئی
چیز بطور امانت رکھی تھی؟"

"نہیں۔ ایسی بات بھی نہیں تھی۔"

"آپ میں۔ سے کسی کے پاس پلانٹ کا کوئی راز یا امانت؟"

"جی نہیں ۔ بالکل نہیں۔"

"کیا وہ ایک بہت ایمان دار آدمی تھے ۔ یا کم ایمان دار،
وقت پر بک سکتے تھے یا نہیں؟"

"ایٹمی پلانٹ میں ملازم بہت چھان کے بعد رکھے جاتے
ہیں ۔ جب تک آدمی ہر لحاظ سے فٹ نہ ہو ۔ وہاں نہیں پہنچ سکتا۔"

"کیا ہم ایٹم بم بنا چکے ہیں؟"

"میں اس سوال کا جواب نہیں دے سکتا، نہ آپ
مجھے جواب دینے پر مجبور کر سکتے ہیں۔" اس نے مضبوط
لہجے میں کہا۔

"کیا اس سوال کا جواب آپ کے علاوہ کوئی اور دے

سکتا ہے؟"

"ہرگز نہیں۔"

"اچھی بات ہے۔ آپ جا سکتے ہیں۔"

"شکریہ جناب۔" وہ اُٹھ کر دروازے کی طرف مڑا،
ابھی دو قدم ہی چلا تھا کہ فاروق کی آواز اُبھری:

"اوہو۔ یہ آپ کے کپڑوں پر کیا لگا ہے؟"

"کیا ۔ کیا لگا ہے۔" وہ بوکھلا کر مڑا۔

"انکل ۔ ان کے کپڑوں پر لگی ہوئی وہ اہم چیز اُتار لیں۔"

"آخر وہ کیا چیز ہے؟" خالد رضوانی پریشان ہو گیا۔
اس نے کمر کی طرف دیکھنے اور ہاتھ لے جانے کی کوشش کی۔

"آپ بالکل سیدھے کھڑے رہیے ۔ انکل آپ اپنا کام
کریں ۔ خالد صاحب اس چیز کو دیکھنے نہ پائیں۔"

"کیا مطلب ۔ یہ کیا بات ہوئی؟"

"آپ کا اس قتل سے کوئی تعلق نہیں ہے نا؟" فاروق
نے کہا۔

"ہاں ۔ نہیں ہے۔"

"تو پھر آپ کو فکر کی کیا ضرورت ہے۔"

"الجھن تو پیدا ہو گئی ہے نا ۔ کیا خبر کسی نے کوئی چیز
میرے کپڑوں سے لگا دی ہو۔"

"ہم ہر پہلو سے جائزہ لیں گے۔"

اکرام اس کی کمر کے پاس گیا اور چٹکی سے کوئی چیز پکڑ کر جیب میں ہاتھ لے گیا۔

"اب آپ جا سکتے ہیں۔"

"تو آپ بتائیں گے نہیں۔" اس نے بُرا سا منہ بنایا۔

"ابھی نہیں۔ کچھ دیر بعد شاید بتا دیں۔" فاروق بولا۔

"آپ کی مرضی۔" انھوں نے کندھے اچکائے اور کمرے سے نِکل گئے۔

"کیا خیال ہے؟"

"عین وقت پر یہ چیز نظر آئی۔ ذرا نکالیے انکل۔" فرزانہ نے کہا۔

اکرام نے جیب میں ہاتھ ڈالا اور وہ چیز میز پر رکھ دی۔

"اب یہ اسی طرح میز پر پڑی رہے گی۔ اور ہم باری باری ان سب کو بلائیں گے۔"

"لیکن آخر یہ ہے کیا؟" اکرام نے حیران ہو کر کہا۔

"پتا نہیں کیا ہے۔ خیر معلوم ہو جائے گا۔ آپ زاہد بھٹہ کو بلائیں۔"

اکرام نے دروازے پر جا کر زاہد بھٹہ کو آواز دی۔

وہ اندر آ کر کرسی پر بیٹھ گیا۔ اس نے میز پر رکھی اس

کالے رنگ کی چیز کو دیکھا، لیکن اس کے چہرے پر حیرت کے کوئی آثار نظر نہ آئے۔ فاروق نے اس چیز کو ہاتھ میں لے لیا اور اُنگلیوں پر گھماتے ہوئے بولا:

"یہ بات تو ہم جانتے ہیں کہ آپ کا نام زاہد بھٹہ ہے، لیکن یہ بتائیے کہ آپ اس قتل کے بارے میں ہمیں کیا بتا سکتے ہیں؟"

"یہ کیا بات ہوئی۔ آپ پوچھیے، میں جواب دوں گا۔"

"آپ نے یہ قتل کیا ہے؟" فاروق پُرسکون انداز میں بولا۔

"بالکل نہیں۔ میں کیوں کرتا۔" اس نے منہ بنایا۔

"اچھا تو پھر کون کرتا؟"

"مجھے کیا معلوم۔ یہ تو آپ قاتل سے پوچھیے۔"

"پہلے ہم یہ معلوم تو کر لیں کہ قاتل ہے کون۔"

"ضرور معلوم کریں۔ منع کس نے کیا ہے۔"

"آپ بہت جھلائے ہوئے ہیں۔ خیر یہ بتائیں۔ آپ کی نیند کیسی ہے۔ کچی کہ پکی؟"

"کیوں! یہ کیوں پوچھا آپ نے؟"

"آپ صرف جواب دیں۔"

"پکی ہے۔ بلکہ بہت پکی۔"

"ہوں۔ ٹھیک ہے۔ آپ نے زندہ حالت میں تیمور تلبانی

کو کب دیکھا تھا؟
"جب ہم ایٹمی پلانٹ سے آئے تھے - ایر پورٹ سے
نکل کر ہم دو ٹیکسیوں میں بیٹھے تھے اور پھر جب وہ اپنے
گھر کے سامنے اترا تو یوں سمجھ لیں کہ اس وقت ہم نے اسے
آخری بار زندہ حالت میں دیکھا تھا"۔
"بہت خوب - گویا اس کے بعد تو بس آپ کو ان کی
طرف سے وہ خط ملا تھا اور آپ اس عمارت میں منتقل ہو
گئے تھے"۔
"بالکل یہی بات ہے"۔
"آپ اس چیز کو دیکھ رہے ہیں"؟ فاروق نے ہاتھ آگے
کر دیا۔
"جی نہیں! میں نہیں جانتا، یہ کیا ہے"۔
"کیا آپ سچ کہہ رہے ہیں"؟ فاروق بولا۔
"بھلا میں جھوٹ بول کر کیا کروں گا"۔
"ہاں! ٹھیک تو ہے - آپ جھوٹ بول کر کیا کریں گے۔
اچھا آپ جا سکتے ہیں۔ ذرا مہربانی فرما کر خالد رضوانی صاحب
کو بھیج دیں"۔
"انھیں تو آپ بلا چکے ہیں"۔
"ان سے ایک بات اور پوچھوں گا"۔

وہ کچھ کہے بغیر چلا گیا۔
"اب خالد رضوانی سے کیا پوچھنا رہ گیا"؟ فرزانہ نے اسے گھورا۔
"نیند والا سوال"۔ وہ مسکرایا۔
اسی وقت خالد رضوانی اندر داخل ہوا، اس کے چہرے
پر قدرے حیرت تھی:
"خیر تو ہے جناب، پھر میری ضرورت پیش آ گئی"۔
"وہ آپ کی نیند رہ گئی"۔ فاروق کے منہ سے نکلا۔
"نیند رہ گئی - کیا مطلب"؟
"میرا مطلب ہے - آپ کی نیند کا کیا حال ہے"؟
"میں اب بھی نہیں سمجھا"۔
"گہری نیند کے مزے لوٹتے ہیں یا کچی نیند کے"؟
"میں تو ذرا سی آہٹ یا آواز سن کر ہی جاگ جاتا
ہوں"۔ خالد رضوانی نے بتایا۔
"آپ جا سکتے ہیں - اور ہاں فیاض گوگر کو بھیج دیں"۔
فیاض گوگر کافی پریشان نظر آ رہا تھا:
"خیر تو ہے - آپ بہت گھبرائے ہوئے ہیں"؟
"قتل کا معاملہ ہے آخر - گھبراہٹ تو محسوس ہو گی"۔
"آپ گہری نیند سونے کے عادی ہیں شاید"؟
"جی - کیا فرمایا - گہری نیند - میں تو بات بات پر جاگ

جاتا ہوں۔

"ہوں۔ قتل تو پھر آپ نے ہی کیا ہو گا" فاروق مسکرایا۔

"آپ کیسی باتیں کرتے ہیں۔"

"بہت خوب صورت۔ کبھی فرصت ملے تو میری باتیں سننے کے لیے آ جائیے گا۔ قاتل آپ نہیں تو پھر کون ہے؟"

"جس نے قتل کیا۔" اس نے بھنا کر کہا۔

"جواب معقول ہے۔" فرزانہ نے خوش ہو کر کہا۔

"آخر اوٹ پٹانگ سوالات کر کے آپ کو کیا مل جائے گا۔"

"قاتل۔" فاروق نے کہا۔

"یہ آپ سوالات کر رہے ہیں۔ میں نے تو ایسے سوالات کبھی نہیں سنے۔"

"تو آپ پہلے بھی قتل کے کیسوں کے سلسلے میں جوابات دیتے رہے ہیں؟" فاروق چونکا۔

"نن۔ نہیں۔ میرا یہ مطلب نہیں تھا۔"

"آپ کا جو مطلب بھی تھا۔ آپ تشریف لے جا سکتے ہیں۔"

"میں نے کہا نا۔ آپ میری بات کا مطلب غلط سمجھے ہیں۔"

"خیر کوئی بات نہیں۔ آئندہ بھی کوشش کروں گا کہ

آپ کی بات کا مطلب غلط نہ سمجھوں۔ آپ جا سکتے ہیں اور مہربانی فرما کر فہیم اختر گورمانی کو بھیج دیں۔"

"جی بہتر۔ آپ نے کیا نام لیا۔ گورمانی۔" وہ ہنس پڑا۔

"ابھی آپ پریشان تھے۔ اور اب ہنس رہے ہیں۔"

"پریشان اس لیے تھا کہ پتا نہیں، آپ کیا پوچھیں گے، اب جب کہ سوالات پوچھے جا چکے ہیں۔ میری پریشانی دور ہو گئی ہے۔"

"چلیے شکر کریں اللہ کا۔" فاروق نے کالی چیز اس کی آنکھوں کے سامنے نچاتے ہوئے کہا، لیکن اس کی آنکھوں میں ذرا بھی الجھن نظر نہ آئی۔

"ضرور۔ کیوں نہیں۔" اور وہ باہر نکل گیا۔

جلد ہی فہیم اختر گورگانی اندر داخل ہوا:

"آئیے گورگانی صاحب۔ یہ لیجیے۔" فاروق نے فوراً وہ کالی چیز اس کی ہتھیلی پر رکھ دی۔

"یہ۔ یہ کیا ہے؟"

"یہ اگر آپ بتا دیں تو کیا ہی بات ہے۔"

اس نے غور سے اس چیز کو دیکھا۔ اور پھر نفی میں سر ہلا دیا:

"میں نہیں جانتا۔ یہ کیا ہے۔"

"آپ سوتے میں کتنی بار جاگتے ہیں؟"

"کیوں - کیا بات ہے؟"

"جواب دیں"۔ فاروق نے منہ بنایا۔

"رات میں تین چار مرتبہ تو ضرور آنکھ کھلتی ہو گی۔"

"اگر کوئی آپ کو پکڑ کر ہلا دے۔ یا کوئی آواز گونج اُٹھے تو کیا ہوگا؟"

"تب پھر میں جاگ جاؤں گا۔"

"گویا آپ نیند کے بہت کچے ہیں۔"

"ہاں! یہی کہ لیں۔" اس نے کہا۔

"قتل تو پھر آپ نے ہی کیا ہے نا۔" فاروق بولا۔

"یہ آپ نے کیا کہا - بھلا میرا اس قتل سے کیا تعلق، تیمور تو ہمارا دوست تھا۔"

"دوست کو بھی دوست قتل کر دیتے ہیں - آپ اس بات کو جانے دیں۔"

"چلیے جانے دیا - اور فرمائیں۔" اس نے منہ بنا کر کہا۔

"آپ کے خیال میں مسٹر تیمور کو کس نے قتل کیا ہے؟"

"میرے فرشتوں کو بھی معلوم نہیں۔"

"خیر یہ بات اچھی ہے کہ آپ کے فرشتوں کو بھی معلوم نہیں - ورنہ ہم تو پڑ جاتے چکر میں۔" فاروق نے خوش ہو کر کہا۔

"کیا مطلب؟"

"مطلب یہ کہ ہم فرشتوں سے کس طرح پوچھتے - خیر آپ بھی جا سکتے ہیں - آپ کو تو یہ بھی معلوم نہیں کہ یہ کالی چیز کیا ہے - اب ذرا راجا جوفی کو بھیج دیں۔"

راجا جوفی جونہی کمرے میں داخل ہوا - اور اس کی نظریں اس کالی چیز پر پڑیں - وہ زور سے چونکا -

وہ غائب

"السلام علیکم جناب۔" محمود نے خیمے میں داخل ہوتے ہوئے کہا۔

"اوہ آپ! آئیے... ویسے مجھے اس بات پر حیرت ہے... آپ یہاں کیوں رک گئے... کیا آپ کا خیال ہے... ہم یہاں کی حفاظت میں کوئی کسر چھوڑ دیں گے۔" کرنل نے ناخوش گوار انداز میں کہا۔

"یہ بات نہیں سر... سازش بہت گہری دکھائی دیتی ہے... ابھی تک اس کی کوئی کل بھی میری سمجھ میں نہیں آئی۔ میں اس کوشش میں ہوں کہ کوئی سرا تو ہاتھ آ جائے... میں اس خیال سے یہاں رک گیا ہوں۔"

"خیر خیر... یہی بات ہو گی۔" کرنل نے کندھے اُچکائے، ساتھ ہی مسکرائے بھی...

"پلانٹ سے باہر آنے والے ہر ملازم کی تلاشی لی جاتی

ہے... یہ ٹھیک ہے نا سر؟"

"بالکل!" کرنل بولے۔

"لیکن چند لوگ ایسے بھی ہیں... جن کی تلاشی نہیں لی جاتی۔" محمود بولا۔

"وہ صرف پروفیسر نعمان افتیاری ہیں... اور ان کے رینک کے تین پروفیسر اور ہیں جو ان کے شعبے کے نہیں ہیں، صرف یہ چار آدمی بغیر کسی چیکنگ کے آ جا سکتے ہیں۔"

"باقی تین پروفیسر... کیا پروفیسر نعمان افتیاری کے شعبے میں بھی آ جا سکتے ہیں؟"

"نہیں! ہر ایک کا الگ الگ شعبہ ہے... یہ اپنے اپنے حصے تک رہتے ہیں... ایک دوسرے سے مل ضرور سکتے ہیں، لیکن کیفے ٹیریے میں... اپنے حصوں میں نہیں۔"

"ہوں! گویا یہ چاروں آدمی ہر قسم کے شک سے پاک ہیں۔"

"ہاں! یہ اس سطح کے لوگ ہیں کہ جان تو دے سکتے ہیں... پلانٹ کے بارے میں کوئی اطلاع کسی کو نہیں دے سکتے۔"

"ہوں! یہ جان کر خوشی ہوئی... میں پروفیسر نعمان افتیاری کے پورے شعبے کی سیر کرنا چاہتا ہوں۔"

"ضرور کریں... آپ کے پاس یوں بھی خصوصی اجازت نامہ ہے۔"

"سوال یہ ہے کہ جب میں پلانٹ سے آؤں گا یا جاؤں گا... تو کیا میری تلاشی لی جائے گی؟"

"نہیں! اس لیے کہ آپ کے پاس خصوصی اجازت نامہ ہے۔"

"فرض کریں... کہ میں نقلی محمود ہوں؟"

"ارے! ارے! یہ آپ کیا کہ رہے ہیں؟"

"یہ بات میں نے فرض کر کے کہی ہے۔"

"ہوں! واقعی یہ ہو سکتا ہے۔"

"اچھا جناب! اب میں اندر کی سیر کرنے جا رہا ہوں... میرے ساتھ کسی کو بھیج دیں۔"

"اچھی بات ہے..." یہ کہہ کر کرنل نے گھنٹی بجائی اور پھر اندر داخل ہونے والے ملٹری مین سے کہا:

"گل خان کو بلاؤ۔"

وہ فوراً باہر نکل گیا... جلد ہی لمبے قد کا ایک ملٹری مین اندر داخل ہوا:

"گل خان! یہ محمود احمد ہیں... انسپکٹر جمشید کے بیٹے۔"

"جی! کن کے؟" اس کے لہجے میں بلا کی حیرت در آئی۔

"ہاں! انسپکٹر جمشید صاحب کے... یہ پروفیسر نعمان اختیار کے شعبے کی سیر کرنا چاہتے ہیں۔"

"آپ جانتے ہیں سر... میں یہ کام نہیں کر سکتا۔"

"وہ کیوں گل خان؟" کرنل مسکرائے۔

"اس لیے کہ... کسی کو بھی اس حصے کی سیر کی اجازت نہیں ہے۔"

"لیکن بھئی... ان کے پاس صدر صاحب کا اجازت نامہ ہے، خصوصی اجازت نامہ۔"

"سوری سر... میں ایسا پھر بھی نہیں کر سکوں گا۔"

"اچھا پہلے... ان کا اجازت نامہ تو دیکھ لو۔"

"ہاں! میں ایسا کر سکتا ہوں۔"

"محمود صاحب... یہ ہمارے بہت ہی پیارے ساتھی گل خان ہیں... بہت کام کے آدمی ہیں... اس ملک کے لیے جان تو دے سکتے ہیں... کوئی ملک کو ذرا سا بھی نقصان پہنچائے، یہ برداشت نہیں کر سکتے... اب آپ اپنے معاملے میں ہی دیکھ لیجیے گا..." کرنل نے مسکراتے ہوئے کہا۔

محمود نے بھی خوش دلی سے اپنا اجازت نامہ نکال کر دکھایا... گل خان نے اس کا ایک ایک لفظ پڑھا... پھر برا سا منہ بنا کر بولا۔

"اب تو مجبوری ہے سر... انھیں سیر کرانا ہی پڑے گی، لیکن ایک بات آپ کو بھی لکھ کر دینا ہو گی۔"

"اور وہ کیا بھئی؟"

"مجھے لکھ کر دیں... کہ یہ سیر آپ کی اجازت سے کرائی جا رہی ہے۔"

"اوہ اچھا... یوں ہی سہی۔" کرنل نے ہنس کر کہا اور پھر لکھ کر دے دیا۔

"آئیے جناب! اگرچہ آپ لوگ مجھے بہت پسند ہیں... آپ کے کارنامے بہت ذوق اور شوق سے پڑھتا رہتا ہوں... لیکن یہ معاملہ ہی اور ہے... آپ محسوس نہ کیجیے گا۔"

"محسوس کر کے میں کیا کروں گا جناب... آئیے۔" محمود نے کہا۔

اور پھر تھوڑی دیر بعد دونوں پلانٹ کی سیر کرتے پھر رہے تھے... گل خان اسے ایک ایک چیز کے بارے میں بتا رہا تھا:

"کیا ہم ایٹم بم بنا رہے ہیں۔"

"میں اس سوال کا جواب نہیں دے سکوں گا... میں کیا کوئی بھی نہیں دے سکے گا۔"

"یہی جاننے کے لیے تو میں نے سوال کیا ہے۔" محمود مسکرایا۔

"ویسے آپ اس بارے میں کیا جانتے ہیں۔" گل خان نے کہا۔

"میں بھی نہیں بتا سکتا... اچھا آپ کا پروفیسر نعمان اختیاری کے بارے میں کیا خیال ہے۔"

"بہت پائے کے آدمی ہیں... ہمارے ملک کو اتنے مخلص آدمی بہت کم ملے ہوں گے۔"

"اور تیمور تبانی کے بارے میں آپ کیا کہتے ہیں۔"

"وہ بھی بالکل فٹ آدمی تھے... افسوس۔"

"ان کے ساتھ جو لوگ چھٹی لے کر گئے تھے... ان سب کے بارے میں آپ کیا کہتے ہیں۔"

"سب کے سب فٹ ہیں۔"

"کیا ان میں سے کوئی بک نہیں سکتا۔"

"نہیں... ناممکن۔" گل خان نے کہا۔

"یورینیم ۲۳۵ جس سیف میں ہے... اس سیف کو کھولنے کا طریقہ کون کون جانتا ہے۔"

"صرف اور صرف پروفیسر اختیاری۔"

"ہوں! یہی ہماری سب سے بڑی الجھن ہے... جب پروفیسر اختیاری کے علاوہ کوئی یورینیم والی الماری نہیں کھول سکتا، تو پھر تیمور تبانی کو ہلاک کر کے اس کی جگہ نقلی تیمور کو یہاں بھیجنے کی کیا ضرورت تھی۔"

"اس بات پر ہم سب حیرت زدہ ہیں۔"

"اور ہاں... اب اسی بات کو لے لیں... کم از کم ایک نقلی آدمی تو آپ سب لوگوں کی تمام تر احتیاط کے باوجود اندر داخل ہو ہی گیا۔"

"ہاں! اس کا ہم سب کو اعتراف ہے اور ہم شرمندہ بھی ہیں... لیکن ان لوگوں نے طریقہ ہی ایسا اختیار کیا۔"

"انھیں اس لمبے چوڑے چکر کا فائدہ خاک بھی نہیں ہوا... اللہ کی مہربانی سے یورینیم تو محفوظ ہی ہے۔" محمود بولا۔

"اللہ حفاظت کریں تو کس کی مجال ہے... کوئی چرا سکے۔"

گل خان نے پرجوش انداز میں کہا... پھر چونک کر بولا:

"لیجیے... ہم سیر کرتے کرتے پروفیسر صاحب کے دفتر تک آ گئے... گویا سیر مکمل ہو گئی۔"

"نہیں... ابھی نہیں... میں ایک بار پھر سیف کھلوا کر دیکھنا چاہتا ہوں۔"

"کیا مطلب؟" گل خان چونکا۔

"میں دیکھنا چاہتا ہوں کہ یورینیم سیف میں ہے یا نہیں۔"

"آئیے... پروفیسر صاحب سے بات کر لیں۔"

وہ دونوں ان کے دفتر میں داخل ہوئے... وہ اپنی میز پر بیٹھے کام میں مصروف تھے... آہٹ سن کر چونک اٹھے:

"اوہو... آپ بھئی کہاں چلے گئے تھے۔"

"میں یہاں سے سیدھا کرنل صاحب کے پاس گیا تھا... کیونکہ میں آپ کے شعبے کی سیر کرنا چاہتا تھا۔"

"سیر تو آپ کو میں خود کرا دیتا۔"

"جی نہیں... میں نے آپ کا وقت ضائع کرنا مناسب نہیں سمجھا۔"

"ہوں... پھر کیسی رہی سیر۔"

"گل خان صاحب کی مہربانی سے بہت اچھی رہی۔"

"اوہ ہاں! یہ یہاں کے بہت ہی وفادار ساتھی ہیں۔"

"پروفیسر صاحب! آپ نے میرا کام نہیں کیا؟"

"کک... کون سا کام؟"

"لیجیے... آپ بھول گئے... وہ میرے چھوٹے بھائی والا کام۔"

"اوہ ہاں! وہ ہو جائے گا... بھئی... فکر کی ضرورت نہیں۔"

"یہ محمود صاحب آپ سے کچھ کہنا چاہتے ہیں۔"

"کیا!!!"

"میں سیف کھلوا کر یورینیم کو ایک بار پھر دیکھنا چاہتا ہوں۔" محمود بولا۔

"کیوں! اس کی کیا ضرورت... ابھی تھوڑی دیر پہلے ہی تو میں نے سیف کو کھولا تھا۔"

"بس! میں چاہتا ہوں... ایک بار پھر..."

"یہ بات اگرچہ عجیب ہے... لیکن خیر۔" انھوں نے کندھے اچکائے اور پھر ان کے ساتھ سیف تک آ گئے... پھر انھوں نے سابقہ طریقے کے مطابق سیف کو کھول ڈالا، پھر خفیہ خانے کو کھولا... دوسرے ہی لمحے وہ زور سے اچھلے...

یورینیم ۲۳۵ خفیہ خانے سے غائب تھا۔

○

"اُف مالک... یورینیم غائب ہے۔" پروفیسر نعمان اختیاری چلائے۔

"یہ... یہ... یہ کیسے ہو سکتا ہے۔" گل خان نے لرزتی آواز میں کہا۔

"یہ اس صدی کا سب سے حیرت انگیز ترین واقعہ ہے... گل خان... فوراً کرنل کو بلاؤ۔"

گل خان نے باہر کی طرف دوڑ لگا دی...

"میرا دل... ڈ... ڈ... ڈاکٹر... محمود صاحب... گھنٹی..." پروفیسر صاحب نے مشکل سے کہا۔

محمود نے فوراً گھنٹی بجائی... ایک ادھیڑ عمر آدمی اندر

داخل ہوا:

"فوراً ڈاکٹر کو بلائیں... پروفیسر صاحب کو دل کا دورہ پڑا ہے۔" محمود نے کہا۔

"اوہ!" وہ گھبرا گیا اور باہر کی طرف دوڑ پڑا...

جلد ہی کرنل اور دوسرا ملٹری آفیسر وہاں آ موجود ہوئے... پوری عمارت کے گرد فوجی بالکل چوکس ہو گئے... ایک منٹ بعد ہی ڈاکٹر اندر داخل ہوئے... انھوں نے پروفیسر کا معائنہ کیا اور بولے:

"دل کا زبردست دورہ... انھیں فوراً ہسپتال منتقل کرنا پڑے گا۔" ڈاکٹر نے کہا۔

"جلدی کریں پھر..."

پروفیسر کو فوراً ایمبولینس میں لٹا کر لے جایا گیا...

"یہ کیسے ہو سکتا ہے۔" ایک فوجی آفیسر بولے۔

"اس سوال کا جواب ہمیں تلاش کرنا ہے۔" کرنل نے کہا۔

"صرف ایک گھنٹے پہلے جب ہم لوگ یہاں پہنچے تھے... تو یہاں آنے کے فوراً بعد تیمور تبلانی کو چیک کیا گیا تھا... اسے غائب پا کر پروفیسر صاحب گھبراہٹ کے عالم میں سیف کی طرف دوڑے تھے... انھوں نے ہم سب کے سامنے سیف کو کھولا تھا... پھر سیف کے خفیہ خانے کو کھولا تھا... اس

میں اس وقت یورینیم موجود تھا... انھوں نے ہمارے سامنے ہی سیف
کو بند کر دیا تھا... اور اب یورینیم غائب ہے۔"

"میرا خیال ہے... ہمیں پروفیسر صاحب کی حفاظت کے لیے
فوری طور پر کچھ کرنا چاہیے... انھیں ہسپتال میں تنہا نہیں چھوڑا
جا سکتا۔" محمود نے کہا۔

"کیا... انھیں بھی خطرہ ہے؟"

"ہاں! خطرہ ہو سکتا ہے... میرا خیال ہے... میں خود وہاں
جاتا ہوں۔"

"گل خان... ان کی تلاشی لو۔" کرنل نے خشک لہجے میں
کہا۔

"کیا مطلب؟" محمود چونکا۔

"کیا آپ کو اعتراض ہے۔"

"بالکل نہیں... لیکن آپ کو اس کی ضرورت کیوں محسوس
ہوئی۔" محمود نے کہا۔

"اس لیے کہ... آپ نے ہی دوبارہ سیف کھلوا کر یورینیم
دیکھنے کی ضرورت محسوس کی تھی... آخر کیوں۔"

"پتا نہیں... میری چھٹی حس مجھے پریشان کر رہی تھی۔"

"خیر... آپ تلاشی دے دیں۔"

"ضرور..." اس نے کہا۔

گل خان نے اس کی تلاشی لی اور پھر ایک ملٹری آفیسر کے
ساتھ اسے ہسپتال کی طرف روانہ کر دیا گیا... پروفیسر صاحب
محمود سے صرف چند منٹ پہلے ہسپتال پہنچے تھے... ان کے گرد
ڈاکٹروں کی بھیڑ تھی... وہ پوری طرح ہوش میں تھے...
ڈاکٹروں نے جلدی جلدی ان کا معائنہ کیا اور پھر انچارج
نے کہا:

"خطرے والی کوئی بات نہیں ہے۔"

"لیکن ڈاکٹر! میں گھبراہٹ بہت محسوس کر رہا ہوں۔"

"ایسی حالت میں گھبراہٹ تو ہوتی ہی ہے۔"

"کیا میں چہل قدمی کر سکتا ہوں... میرا خیال ہے... اس طرح
میری گھبراہٹ میں کمی ہو گی۔"

"آپ ضرور چہل قدمی کریں... لیکن آپ کو ابھی چند دن
تک ہسپتال میں ہی گزارنے چاہییں۔"

"ٹھیک ہے۔"

پروفیسر اٹھنے لگے... ایسے میں ان کی نظر محمود پر پڑی:

"اوہو! آپ بھی یہیں آ گئے۔"

"آپ کی حفاظت کے خیال سے۔"

"بہت بہت شکریہ... آپ بہت اچھے ہیں..." وہ بولے۔

اور پھر اٹھنے لگے...

"تو کیا آپ اس وقت گھبراہٹ میں ہیں؟"

"گھبراہٹ... کیا کروں... کیا یورینیم مل گیا ہے؟"

"جی نہیں... یورینیم کا کہیں پتا نہیں۔"

"اُف مالک! اب کیا ہو گا... ہم تو کہیں کے نہیں رہیں گے۔" پروفیسر صاحب نے کہا۔

"کیوں پروفیسر صاحب! کیا ہم اور یورینیم حاصل نہیں کر سکتے؟" محمود نے پوچھا۔

"یہ آسان نہیں... پہلی بات تو یہ کہ یہ نایاب ترین دھات ہے... ایٹم بم بنانے کے کام آتی ہے... اس لحاظ سے قیمتی ترین بھی ہے... پھر یہ کہ بڑے ملکوں انشارجہ اور وشاس وغیرہ کو فکر ہے کہ کہیں ہم نے ایٹم بم تو نہیں بنا لیا... یا کہیں بنا نہ لیں... لہذا وہ ہمیں یورینیم کیوں دینے لگے... یہ یورینیم بھی ہمارے ملک کے ایک سائنس دان ان ملکوں میں سے ایک ملک سے اڑا کر لائے تھے۔"

"اوہ!" ان کے منہ سے نکلا۔

"اب سوال یہ ہے کہ یورینیم کہاں گیا... اس سیف کو آپ کے علاوہ کون کھول سکتا تھا؟"

"صرف میں کھول سکتا تھا... اور کوئی نہیں۔"

"کیوں پروفیسر صاحب... یہ کیا بات ہوئی۔" محمود نے حیران

ہو کر کہا۔

"کیا مطلب؟" پروفیسر چونکے۔

"آخر وہ سیف کسی کاری گر نے ہی تو بنائی تھی... کیا اس سیف کو کھولنا اس کے لیے بھی ناممکن ہے؟"

"لیکن وہ کاری گر پلانٹ کے اندر داخل نہیں ہو سکتا۔" پروفیسر صاحب بولے۔

"اس سے کھولنے کا طریقہ تو معلوم کیا جا سکتا ہے... کوئی ایسا آدمی جو پلانٹ میں کام کرتا ہے... اگر وہ اس سے سیف کھولنے کا طریقہ معلوم کر لے تو کیا وہ یورینیم نہیں اڑا لے جائے گا۔"

"نہیں لے جا سکے گا پھر بھی۔"

"جی... وہ کیوں؟"

"پلانٹ سے باہر جاتے وقت تلاشی جو ہوتی ہے۔"

"اس کا مطلب ہے... اس نے کوئی ایسا طریقہ ایجاد کیا ہو گا... کہ تلاشی کے باوجود یورینیم لے جا سکے۔"

"ایسا طریقہ بھلا کیا ہو سکتا ہے۔" انھوں نے حیران ہو کر کہا۔

"اس پر غور کرنا ہو گا... میں چھٹی کے وقت دروازے پر جا کر کھڑا ہوں گا اور ان کے طریقہ کار کو دیکھوں گا..."

اور ہاں... چھٹی کے بغیر بھی کیا کوئی شخص پلانٹ سے باہر جا
سکتا ہے۔"

"ہاں! اگر اسے فوری ضرورت کوئی پیش آ جائے تو...
یا کوئی آدمی شدید بیمار ہو جائے تو بھی... لیکن اسے باقاعدہ
اجازت لینا پڑتی ہے۔"

"تب تو چیکنگ کی جا سکتی ہے کہ کوئی فوری ضرورت
کے تحت باہر گیا تھا یا نہیں... میرا خیال ہے... میں کرنل
صاحب کو یہیں سے فون کر کے ان لوگوں کو چیک کرا
لوں۔" محمود نے کہا۔

"اوہ ہاں... یا پھر آپ خود چلے جائیں..." پروفیسر جلدی
سے بولے۔

"معاملہ آپ کی حفاظت کا ہے۔" محمود نے کہا۔

"لیکن مجھے بھلا کیا خطرہ ہو سکتا ہے۔" انھوں نے کہا۔

"آپ ہمارے ملک کے بہت اہم سائنس دان ہیں جناب۔"

"جو آپ کا جی چاہے، وہ کریں... میں تو بس یہ چاہتا
ہوں... یورینیم بچ جائے۔"

"اگر یورینیم ابھی تک ایٹمی پلانٹ یا اس کے رہائشی حصے میں
ہی ہے... تب تو ابھی امید کی جا سکتی ہے کہ ہم اسے
جانے نہیں دیں گے... ویسے کیا کرنل صاحب با اعتماد ہیں؟"

"ہاں! ان پر کوئی شک نہیں کیا جا سکتا۔"

محمود نے کرنل کے نمبر گھمائے...

"کرنل صاحب... محمود بات کر رہا ہوں۔"

"پروفیسر صاحب تو ٹھیک ہیں۔"

"ہاں! وہ بالکل خیریت سے ہیں... آج کوئی ملازم فوری
ضرورت کے تحت تو باہر نہیں گیا تھا؟"

"ہاں! تین آدمی گئے تھے۔"

"اوہ! ان تینوں کو چیک کرنا بہت ضروری ہے۔"

"وہ رہائشی حصے میں موجود ہیں... اور ہماری نگرانی میں
ہیں... ان کی تلاشی بھی لی جا چکی ہے۔"

"تو پھر... کچھ ملا ان کے پاس سے۔"

"نہیں..." وہ بولے۔

"میں بھی ذرا انھیں چیک کرنا چاہتا ہوں... آپ ایسا کریں کہ
ایک بہت ہی ذمے دار قسم کے آدمی یہاں بھیج دیں... تاکہ
میں انھیں پروفیسر صاحب کے پاس چھوڑ جاؤں۔"

"لیکن بھئی... میرے خیال میں اس کی ضرورت نہیں۔" پروفیسر
بولے۔

"آپ نہیں جانتے سر... اس کی ضرورت ہے۔"

"اچھا جیسے آپ کی مرضی۔" انھوں نے کندھے اُ

جلد ہی ایک ملٹری آفیسر وہاں پہنچ گیا...

"آپ پروفیسر صاحب کے پاس سائے کی طرح رہیں... انہیں ایک منٹ کے لیے بھی تنہا نہ چھوڑیں... کہیں کوئی دشمن ان پر وار نہ کر جائے... جو لوگ یورینیم چرا کر لے جا سکتے ہیں... وہ اس شخص پر بھی حملہ ضرور کر سکتے ہیں... جو یورینیم سے کام لینے کے قابل ہیں۔"

"اوہ!" ملٹری آفیسر اور پروفیسر صاحب چونکے... پھر ملٹری آفیسر نے کہا:

"آپ فکر نہ کریں... میں جان کی بازی تو لگا دوں گا، کسی دشمن کو ان تک نہیں پہنچنے دوں گا۔"

"صرف دشمن کو ہی نہیں... اگر کوئی شخص دوست کے روپ میں آئے تو بھی اسے نزدیک نہ آنے دیں... کیونکہ بعض اوقات دوست کے روپ میں بھی غیر ملکی دشمن ہوتے ہیں۔" محمود نے کہا۔

"آپ فکر نہ کریں... کوئی شخص بھی ان کے پاس نہیں آ سکے گا۔"

"شکریہ... میں بہت جلد آنے کی کوشش کروں گا۔"

یہ کہہ کر محمود وہاں سے رخصت ہوا اور سیدھا کرنل کے پاس پہنچا:

"مجھے فوراً ان تینوں سے ملایا جائے۔"

"ضرور کیوں نہیں... آئیے! میں خود آپ کے ساتھ چلتا ہوں۔" کرنل نے خوش دلی سے کہا۔

وہ ان کے ساتھ رہائشی علاقے میں داخل ہوئے... اس حصے کو بھی پوری طرح ملٹری کے گھیرے میں لیا گیا تھا اور ملٹری مین پوری طرح چوکس کھڑے تھے... کرنل صاحب ایک دروازے پر جا کر رک گئے... اس کوارٹر کے ارد گرد ملٹری مین دیوار بن کر کھڑے تھے... کرنل کو دیکھ کر انھوں نے دروازہ چھوڑ دیا... ایک نے دستک دی... دروازہ فوراً کھل گیا:

"السلام علیکم۔" باہر نکلنے والے نے کرنل کو دیکھتے ہی کہا۔

"یہ مسٹر محمود ہیں... انسپکٹر جمشید کے فرزند... آپ سے چند سوالات پوچھنا چاہتے ہیں۔"

"تشریف لائیے جناب۔"

اس نے انھیں چھوٹے سے ڈرائنگ روم میں بٹھایا... پھر بولا:

"جی فرمائیے۔"

"آپ کو کیا خاص کام پیش آ گیا تھا کہ پلانٹ سے اچانک آنا پڑا۔"

"میرے پیٹ میں شدید درد ہو گیا تھا۔"

"آپ نے اپنے ڈاکٹر سے رابطہ قائم کیا۔"

"جی ہاں بالکل ..."

"پھر ... اس نے کوئی دوا دی۔"

"جی ہاں! درد تو لنچ بتایا ہے انھوں نے ... مکسچر ا

گولیاں دیں اور ایک انجکشن بھی لگایا تھا۔"

"شکریہ ... ڈاکٹر تو پلانٹ کی طرف سے ہوں گے نا۔"

"جی ہاں! ڈاکٹر مگرانی۔" کرنل بولے۔

"انھیں بھی یہیں بلا لیں۔"

"اچھی بات ہے ..." کرنل نے کہا اور ایک ملٹری مین کو

ہدایات دیں ...

"اب آپ کی طبیعت کیسی ہے۔"

"پہلے سے بہت بہتر ہوں ..." اس نے کہا۔

"آپ کا تعلق پروفیسر نعمان اختیارں سے ہے نا۔"

"جی ہاں بالکل۔"

"آپ کی رسائی یورینیم ۲۳۵ والی سیف تک تو ہو

"نہیں جناب ... میرا وہاں کیا کام۔"

"کیا آپ کے گھر کی تلاشی لی جا چکی ہے۔"

"جی ہاں ... کرنل صاحب کے آدمیوں نے لی ہے۔"

"ایک بار میں بھی تلاشی لینا پسند کروں گا۔"

"ضرور جناب ... کیوں نہیں۔"

محمود نے پورے سکون سے اس گھر کی ایک ایک چیز

دیکھی ... یہاں سب لوگ بیوی بچوں کے بغیر رہتے تھے ...

بیوی بچوں کو یہاں لا کر رکھنے کی قطعاً اجازت نہیں تھی،

ہر چیز کا بغور جائزہ لینے کے بعد محمود نے اس کی انگلیوں

کے نشانات ایک سادہ کاغذ پر لے لیے ... اور کاغذ پر

اس کا نام بھی لکھ لیا ... نام تھا ابرار شالالی ... اسی وقت

ڈاکٹر اندر داخل ہوا:

"جی فرمایئے۔"

"اوہ آیئے ڈاکٹر غزنوی صاحب ... ان سے ملیے ... یہ محمود

ہیں، انسپکٹر جمشید کے بیٹے ... آپ نے ان کا نام تو سن

رکھا ہو گا۔"

"ہاں بالکل! بہت اچھی طرح جانتا ہوں انھیں۔" وہ بولے۔

"یہ آپ سے کچھ پوچھنا چاہتے ہیں۔"

"میں حاضر ہوں۔"

"مسٹر ابرار شالالی کے پیٹ میں درد تھا ... آپ نے انھیں

دوا دی تھی۔"

"جی ہاں! یہ درست ہے۔"

"کیا آپ یقین سے کہہ سکتے ہیں... ان کے پیٹ میں واقعی درد تھا۔" محمود نے کہا۔

"دو بیماریاں ایسی ہیں... جن کے بارے میں ڈاکٹر اندازہ نہیں لگا سکتے... یا یوں کہہ لیں کہ سو فی صد اندازہ نہیں لگا سکتے کہ واقعی مریض کو وہ بیماریاں ہیں یا نہیں... نمبر ایک سر درد، نمبر دو پیٹ درد... لیکن بہر حال میں نے یقین کر لیا تھا کہ مسٹر ابرار شاہلانی جھوٹ نہیں بول رہے... انھیں واقعی درد کی شکایت تھی۔"

"آپ نے کیسے یقین کیا؟"

"کرنل صاحب نے ساری صورت حال مجھے بتائی تھی... میرا مطلب ہے... یورینیم کی گم شدگی کی اطلاع ملنے کے بعد... اور پھر میں نے اپنے طور پر انھیں چیک کیا تھا۔"

"کیسے؟"

"درد کے بارے میں بالکل غلط سوالات کر کے... جن کا درد سے قطعاً کوئی تعلق نہیں تھا... اگر یہ ان سوالات کی تصدیق کر دیتے تو میں جان لیتا... یہ جھوٹ بول رہے ہیں... لیکن انھوں نے میرے سارے سوالات کے جواب نفی میں دیے... اس طرح میں نے جان لیا کہ ان کے پیٹ میں واقعی درد ہے۔"

"اب چیک کریں... اب ان کی کیا حالت ہے۔" محمود نے کہا۔

ڈاکٹر نے پھر ابرار کو چیک کیا اور چند منٹ بعد بولے:

"اب ان کے پیٹ میں درد نہیں ہے۔"

"شکریہ... باقی دو نے کس سلسلے میں چھٹی لی تھی۔"

"دوسرے کا نام احسن مرزا ہے... ان کے سر میں درد تھا... تیسرے ناصر ہمدانی ہیں... انھیں دل کی تکلیف ہے اور بہت گھبراہٹ محسوس کر رہے تھے... اس لیے انھیں بھی چھٹی دی گئی تھی..."

"ہوں... ٹھیک ہے... کیا ان دونوں کے بارے میں بھی آپ نے یقین کر لیا تھا کہ یہ بیمار ہیں یا نہیں۔"

"جی ہاں! غیر متعلق سوالات کر کے اطمینان کر لیا گیا تھا۔"

"شکریہ جناب... کرنل صاحب اب میں احسن مرزا اور ناصر ہمدانی کے کوارٹر بھی دیکھنا چاہتا ہوں۔"

"آیئے میرے ساتھ۔"

دونوں احسن مرزا کے کوارٹر میں داخل ہوئے... وہ ایک خوش شکل نوجوان آدمی تھا... ساری بات بتا کر محمود نے اس کی اجازت سے تلاشی لی... لیکن کوئی کامیابی نہ ہوئی...

"شاید ہم غلط سمت میں تفتیش کر رہے ہیں۔" محمود نے منہ بنایا۔

سوال تو یہ ہے کہ یورینیم کہاں ہے... یہ بات میں دعوے سے کہہ سکتا ہوں کہ ابھی یورینیم عمارت سے باہر نہیں گیا۔"

"اللہ کرے ایسا ہی ہو۔" محمود نے حسرت زدہ انداز میں کہا۔

"آئیے اب چلیں۔" کرنل بولے۔

"ایک منٹ جناب! میں نے ان کی انگلیوں کے نشانات تو لیے ہی نہیں۔"

یہ کہہ کر محمود نے سادہ کاغذ جیب سے نکالا... ایسے میں اس نے کرنل کے چہرے پر اکتاہٹ کے آثار دیکھے... شاید یہ سب کچھ ان کے لیے بے کار تھا... محمود نے پین سے روشنائی احسن مرزا کے انگوٹھے پر لگانے کے لیے اس کا انگوٹھا پکڑا... ایسے میں اس کی نظر انگوٹھے کے ساتھ والی انگلی پر پڑی... انگلی میں ایک انگوٹھی تھی... انگوٹھی میں لگے ہوئے نگینے پر انگریزی کے چند لفظ لکھے ہوئے نظر آئے۔

محمود کو ایک جھٹکا سا لگا... اس نے چونک کر احسن مرزا کو دیکھا...

کوئی اور

"یہ... یہ... یہ کیا؟" راجا جونی نے بوکھلا کر کہا۔

"کیوں! کیا آپ اس چیز کو پہچانتے ہیں۔" فرزانہ نے پُرجوش
ز میں کہا۔

"ہاں! بالکل۔"

"تو یہ آلہ آپ کا ہے۔"

"ن... نہیں... یہ بات نہیں ہے... اس سے میرا کوئی تعلق
ں ہے... لیکن ایک بہت ہی عجیب بات ہے... اس قدر
ب کہ میں کیا بتاؤں۔"

"بتائے بغیر ہم اس کے اس قدر عجیب ہونے کا اندازہ
طرح لگا سکتے ہیں۔" فاروق نے منہ بنایا۔

"میرا یہ مطلب نہیں تھا... میں اس چیز کو..." یہ کہتے ہوئے
رک گیا۔

"ہاں، ہاں... کیسے... رک کیوں گئے۔"

میں اس چیز کو مسٹر خالد رضوانی کی کمر پر لگے دیکھا تھا۔"

"یہ تو آپ نے ہماری معلومات میں اضافہ نہیں کیا۔"

"جی... کیا مطلب۔"

"مطلب یہ کہ ہم نے بھی اس کو خالد رضوانی کی کمر پر سے ہی اتارا ہے۔"

"اتارا ہو گا... لیکن میں اس کے علاوہ ایک اور بات بھی جانتا ہوں۔" اس نے مسکرا کر کہا۔

"اور وہ کیا؟" فرزانہ نے بے تابانہ کہا۔

"یہ کہ خالد رضوانی کی کمر سے پہلے یہ کہاں تھا... یا کس کے ہاتھ میں تھا۔"

"اوہ... اوہ... جلدی بتا دیں۔"

"یہ اقرار خوباں کے ہاتھ میں تھا... اس نے نہایت صفائی سے اس کو خالد رضوانی کی کمر پر چپکا دیا تھا... یہ منظر میں نے اتفاق سے دیکھ لیا... ورنہ اقرار خوباں نے یہ کام اس قدر صفائی سے کیا تھا کہ کسی کو بھی کانوں کان خبر نہ لگ سکی... مجھے بھی نہ لگتی... لیکن ایک اتفاق ایسا ہو گیا۔" اس نے کھوئے کھوئے انداز میں کہا۔

"اور وہ اتفاق کیا تھا...؟" فاروق جلدی سے بولا۔

"کمرے کے آتش دان پر ایک چھوٹا سا آئینہ رکھا تھا... میں اس کی طرف متوجہ تھا... آئینے میں میں نے اقرار خوباں کو یہ حرکت کرتے دیکھ لیا... میں چونک اٹھا تھا... مڑ کر دیکھا تو وہ چیز خالد رضوانی کی کمر پر نظر آئی... اسی وقت آپ لوگوں نے خالد رضوانی کو الگ کمرے میں بلا لیا... اور میں کچھ بھی نہ کر سکا... جب وہ آپ کے کمرے سے نکلے... تو میں نے یہ عجیب بات نوٹ کی کہ وہ چیز اب ان کی کمر پر نہیں تھی، اور اب میں اس کو یہاں دیکھ رہا ہوں"

"آپ جانتے ہیں... یہ کیا ہے۔"

"نہیں... مجھے یہ معلوم نہیں کہ یہ کیا ہے۔"

"خیر... آپ کا شکریہ کہ ایک اہم بات بتائی... ویسے یہ قتل آپ نے تو کیا نہیں ہو گا۔"

"بالکل نہیں جناب... میرا بھلا اس سے کیا تعلق۔" اس نے فوراً کہا۔

"آپ جا سکتے ہیں۔"

"جی بس... آپ نے مجھ سے کچھ پوچھا کب ہے۔"

"اتنا ہی کافی ہے... آپ کی طرف سے ملنے والی اطلاع ہی ہمارے لیے بہت کافی ہے۔"

"شکریہ جناب۔" اس نے کہا اور کمرے سے نکلنے لگا۔

"اقرار صاحب کو بھیج دیں۔"

"جی بہتر!"

جلد ہی اقرار خوبان اندر داخل ہوا... میز پر پڑی ہوئی کالی چیز کی طرف اس نے اچٹتی سی نظر ڈالی اور بیٹھ گیا:

"آپ اس چیز کو پہچانتے ہیں۔" فاروق نے انگلی سے اس سیاہ چیز کی طرف اشارہ کیا۔

"جی نہیں... میں نہیں جانتا... یہ کیا ہے۔"

"تھوڑی دیر پہلے... یہ آپ کے ہاتھ میں نہیں تھی۔"

"کیا... یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں۔" وہ اچھل پڑا۔

"اور کیا آپ نے یہ خالد رضوانی کی کمر پر نہیں لگائی تھی۔"

"اُف مالک... آپ سراسر مجھ پر الزام لگا رہے ہیں... بھلا میں ایسا کیوں کرتا۔"

"ایک منٹ جناب..." یہ کہہ کر فاروق دروازے پر گیا، اور آواز لگائی:

"مسٹر راجا جوفی... ذرا ایک بار پھر تشریف لائیے۔"

راجا جوفی گھبرایا ہوا اندر داخل ہوا:

"اب بیان کریں... آئینے والی بات۔"

"مگ... کیا مطلب؟"

"آئینے میں آپ نے کیا دیکھا تھا۔"

"اوہ... اچھا... ہاں... میں مجبور ہوں... یہ معاملہ قتل کا

ہے... میں یہ بات اپنے تک نہیں رکھ سکتا تھا... مسٹر اقرار خوبان امید ہے، آپ مجھے معاف کر دیں گے۔"

"بات کیا ہے۔"

"یہ کہ آتش دان پر ایک چھوٹا سا آئینہ رکھا ہے... آپ اس سے بے خبر تھے۔"

"میں اس سے بے خبر تھا... یہ کیا بات ہوئی۔"

"یہ بات اس طرح ہوئی جناب کہ آپ نے یہ کالی سی چیز سب کی نظر بچا کر خالد رضوانی کی کمر پر چپکائی تھی... لیکن میں اس وقت آئینے میں دیکھ رہا تھا... اس لیے یہ منظر دیکھ لیا... آپ کو پتا نہ چلا..."

"اوہ... تو یہ بات ہے..." اس نے لمبا سانس کھینچا۔

"ہاں جناب... یہی بات ہے، اب آپ مہربانی فرما کر اس کی وضاحت کریں... یہ کیا چیز ہے اور آپ نے ایسا کیوں کیا۔"

وہ ایک منٹ تک خاموش بیٹھا رہا... فاروق نے تنگ آ کر کہا:

"اس بارے میں وضاحت تو اب آپ کو کرنا ہی ہو گی، خاموش رہنے سے کب تک کام چل سکے گا۔"

"میں دراصل یہ جاننا چاہتا تھا کہ آپ کیا سوالات کرتے

ہیں... قتل کا معاملہ ہے... میں بھی بہت خوف زدہ ہوں... لہٰذا
پہلے سے ان سوالات کے جوابات کی تیاری کر لینا چاہتا تھا،
یہ آلہ دراصل آواز سننے کا بہت ہی حساس آلہ ہے... اس کا دوسرا
حصہ میری جیب میں ہے... یہ میں نے ہاتھ میں رکھ کر کان
کے پاس کر لیا اور اندر کی باتیں سنتا رہا تھا... لیکن پھر آپ
لوگوں نے اس کو دیکھ لیا اور خالد رضوانی کی کمر پر سے اتار
لیا... یہ ہے کل کہانی تو..."

"ہوں! آپ نے یہ کام کر کے اپنے آپ کو مشکوک بنا
لیا ہے جناب۔ خیر ہم دیکھیں گے کہ آپ کی بات کہاں
تک درست ہے... آپ جا سکتے ہیں۔" فاروق نے راجا جونی
سے کہا۔

وہ باہر چلا گیا:

"آپ نے اندر ہونے والی باتیں سن لی تھیں... لہٰذا ان
سوالات کے جوابات کے لیے آپ تیار ہیں... پھر بھی میں
پوچھتا ہوں.... آپ نے تیمور تلبانی کو قتل کیوں کیا۔"

"افسوس! بھلا میں کیوں اپنے دوست کو قتل کرتا... اور
پھر انھیں تو اس عمارت میں قتل کیا ہی نہیں گیا... آپ قاتل
ہم میں سے تلاش کر رہے ہیں۔" اس نے بھنا کر کہا۔

"اب ہم کر بھی کیا سکتے ہیں... لاش کو سیڑھی کے ذریعے

کھڑکی کے راستے اندر لایا گیا... آخر اندر سے کھڑکی کسی نے تو کھولی
ہی تھی۔"

ہم لوگ جب اس عمارت میں آئے اور ایک ایک کمرے پر
قبضہ کر لیا تو صرف وہ کمرہ بچ گیا تھا... لہٰذا اس کو تیمور تلبانی
کے لیے مخصوص کر دیا گیا... اس وقت ہم نے یہ توجہ تو دی ہی
نہیں کہ اس کی کھڑکی اندر سے بند ہے یا کھلی..." اس نے
جلدی جلدی کہا۔

"اگر کوئی شخص صرف باہر سے آیا اور اس کمرے میں لاش
ڈال کر خون چھڑک کر چلا گیا تو یہ بات نہیں ہو سکتی، اور ہم
اس بات کو درست نہیں مان سکتے۔" فرزانہ نے جل کر کہا۔

"وہ کیوں؟" اس نے آنکھیں نکالیں۔

"اس لیے کہ باہر کے آدمی کو یہ بات کس طرح معلوم ہو گئی
کہ کون سا کمرہ تیمور کے لیے ہے... یہ تو اندر کے کسی آدمی
کے ذریعے ہی اسے معلوم ہوا ہو گا۔" فاروق مسکرایا۔

"اوہ!" وہ دھک سے رہ گیا... شاید یہ پہلو اس کی نظر سے
چوک گیا تھا۔

"کیوں! اب آپ کیا کہتے ہیں۔"

"آپ کا خیال ٹھیک ہی ہے... لیکن اس کے باوجود...
وہ میں نہیں ہوں، جس نے اندر سے اشارہ دیا تھا کہ فلاں

کمرے میں لاش لے آؤ... یا کھڑکی کھول کر اشارہ کیا تھا کہ اس طرف سے لاش اوپر لاؤ۔"

"ہوں... دوسرا مسئلہ سیڑھی کا ہے... ارے... ہم نے اس ضروری مسئلے کی طرف تو توجہ دی ہی نہیں... لاش تو وہ کار کی ڈکی میں ٹھونس کر بھی لا سکتے تھے... لیکن کیا وہ سیڑھی بھی ساتھ لیے پھر رہے تھے..."

"اوہ! میں سمجھتا ہوں... ایسا نہیں ہوا... اندر والے نے باہر والے کے لیے دروازہ کھولا... باہر والا لاش اس کمرے میں ڈال کر خون اس پر انڈیل کر اسی راستے سے باہر نکل گیا اور اندر والا کھڑکی کھول کر، چیخ مار کر اپنے کمرے میں آ گیا، کس قدر مکمل پلان ہے۔" فاروق نے جلدی جلدی کہا۔

"واقعی بھئی... بالکل اسی طرح ہوا ہو گا۔" اکرام نے تعریف کرنے کے انداز میں کہا۔

"اور میرا خیال ہے... اس نے ایسا کرنے کا پروگرام پہلے سے سوچ لیا تھا... لہٰذا کمرہ بھی تیمور کے ساتھ والا ہی ہو گا۔"

"کیا... نہیں۔" افراز خوباں اچھل پڑا... کیوں کہ ساتھ والا کمرہ اسی کے پاس تھا...

"اور دروازہ دھڑ دھڑانے کی آواز بھی صرف آپ نے سنی

تھی... اور کسی نے نہیں سنی... جب کہ میں سمجھتا ہوں... کسی نے بھی دروازہ نہیں دھڑ دھڑایا تھا... یہ تو کیس میں الجھن پیدا کرنے کے لیے آپ نے بیان گھڑ لیا اور بس۔"

"اُف خدا! آپ تو مجھے قاتل بنائے دے رہے ہیں..!" وہ چلّا اٹھا۔

"ابھی آپ فکر نہ کریں... صرف قاتل ہی بنائے دے رہا ہوں۔" فاروق نے خوش ہو کر کہا۔

"ہائیں... تو اور کیا بنائیں گے... اس سے بڑا جرم اور کیا ہو سکتا ہے... جو آپ مجھے بنائیں گے۔"

"ایک مجرم ہوتا ہے... عام مجرم... یعنی عام قاتل... ایک ہوتا ہے خاص قاتل... اگر ملک اور قوم کو نقصان پہنچانے کی خاطر کوئی آدمی قتل کا جرم کرتا ہے، تو وہ بہت بڑا مجرم ہوتا ہے... ابھی تو ہم نے آپ کو صرف تیمور صاحب کا قاتل گردانا ہے... جب ہم اس معاملے کا سلسلہ ایٹمی پلانٹ سے جوڑیں گے تو اس وقت آپ کا جرم کئی گنا بڑھ جائے گا۔"

"میں نے کوئی جرم نہیں کیا۔"

"اور یہ سیاہ رنگ کا ننھا آلہ جو خالد رضوانی کی کمر پر چپکایا تھا... اس کا کیا کریں گے۔"

"میں بتا چکا ہوں... ایک خوف کی وجہ سے ایسا کیا تھا۔"

"جو مجرم نہیں ہوتے ... انھیں کوئی خوف نہیں ہوتا۔"

"آج کل بے گناہوں کو پہلے پکڑا جاتا ہے ... اور جب تک وہ بے گناہ ثابت ہوتے ہیں ... اس وقت تک نہ جانے کتنا عرصہ ان کا جیل میں گزر چکا ہوتا ہے۔" اس نے جھلا کر کہا۔

"خیر ... آپ جا سکتے ہیں ... لیکن اب آپ اس عمارت سے باہر نہیں جائیں گے ... آپ خود کو زیرِ حراست سمجھیں۔"

"میں اپنے وکیل کو فون تو کر سکتا ہوں۔" اس نے گھبرا کر کہا۔

"ہاں! ضرور ... کیوں نہیں۔"

وہ باہر چلا گیا ... انھوں نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا:

"سب کا بیان ہو گیا ... اب کیا کیا جائے۔"

"ہم ابھی تک اقرار خوباں کے خلاف کوئی ٹھوس ثبوت حاصل نہیں کر سکے۔" فرزانہ نے منہ بنایا۔

"تب پھر ... ایسا کرتے ہیں کہ ان سب کے کمروں کو بھی دیکھ لیں ... شاید کسی کمرے سے کوئی چیز مل جائے۔" فاروق نے تجویز پیش کی۔

"ہاں! یہ ٹھیک رہے گا۔"

وہ باہر نکل آئے ... سب لوگ صحن میں جمع تھے اور اقرار

وہاں فون پر بے تابانہ نمبر گھما رہا تھا:

"آپ لوگ صحن میں ہی موجود رہیں ... ہم لوگ آپ کے کمروں کی تلاشی لینا چاہتے ہیں۔"

"جی ضرور۔" انھوں نے کہا۔

"انکل اکرام ... آپ صحن میں ہی ٹھہریں ... اب ان میں سے کوئی اپنے کمرے میں نہ داخل ہونے پائے۔"

"ٹھیک ہے۔"

وہ باری باری ایک ایک کمرے میں داخل ہوتے رہے ... ایک کمرے میں ان کے قدم رک گئے ... ان کی نظریں ایک چیز پر جم گئیں ... دیکھنے میں وہ بالکل عام چیز تھی ... لیکن اس کیس میں اس کی بہت اہمیت تھی ... اور انھیں اس کی ایک فی صد بھی امید نہیں تھی کہ اس کمرے میں یہ چیز ہو سکتی ہے ... فاروق نے آگے بڑھ کر اسے احتیاط سے اٹھا لیا اور جیب میں رکھ لیا ... وہاں سے نکل کر وہ باقی کمروں میں بھی گئے، اور آخر میں تیمور تلبانی کے کمرے میں داخل ہوئے ... انھوں نے کھڑکی کا جائزہ لیا ... پھر عمارت سے باہر نکل کر کھڑکی کے نیچے آ گئے ... یہاں واقعی گہری گھاس اُگی ہوئی تھی اور کسی قسم کا کوئی نشان نہیں تھا ... انھوں نے باغ کا اچھی طرح جائزہ لیا اور پھر باغ سے باہر نکل کر سیدھی سڑک پر چلے گئے ...

"لاش کو اس سڑک سے ہی عمارت تک لایا گیا تھا..." فرزانہ نے کھوئے کھوئے انداز میں کہا۔

"ہاں! اندر اس کا ساتھی موجود تھا... لہذا سیڑھی کی اسے ضرورت نہیں تھی... اس نے تو خاموشی سے دروازہ کھول دیا تھا... اور پھر لاش کو تیمور تلبانی کے کمرے میں ڈال دیا گیا... اس کے بعد دونوں نے خون بوتلوں میں سے لاش پر انڈیل دیا... اور اس وقت ان سے وہ غلطی ہو گئی جو ہم نے اب پکڑی ہے، اب اگر ہم اس دوسرے آدمی کو تلاش نہیں کر پاتے... تو بھی کوئی بات نہیں... عمارت میں موجود مجرم خود بتائے گا کہ اس کا ساتھی کون ہے... تاہم پہلے ہم خود کوشش کر کے دیکھیں گے۔"

وہ چلتے رہے... ایک جگہ سڑک سے نیچے کافی فاصلے پر انھیں کوئی چیز پڑی نظر آئی... وہ اس طرف گئے اور یہ دیکھ کر ان کی آنکھیں چمک اٹھیں... کہ وہ خون کی تین بوتلوں کی خالی تھیلیاں تھیں... وہی تھیلیاں جس کا خون تیمور تلبانی کی لاش پر انڈیلا گیا تھا...

"کار میں چلتے ہوئے اس نے تھیلیوں سے اس جگہ نجات حاصل کر لی... یہ بھی اس کی بے احتیاطی تھی... لیکن وہ تو اس خیال میں تھا کہ ہم اس بات کا اندازہ نہیں لگا سکیں گے کہ قتل

یہیں اور ہوا ہے... لہذا اسے احتیاط کرنے کی ضرورت نہیں تھی۔"

انھوں نے ان خالی تھیلیوں کو بھی اٹھا لیا اور آگے کی طرف چلتے رہے... لیکن پھر انھیں لوٹ آنا پڑا... آخر وہ سڑک پر کہاں تک چلتے... مجرم کار میں بیٹھ کر نہ جانے کتنے فاصلے پر گیا تھا... تاہم ان تھیلیوں پر سے اس کی انگلیوں کے نشانات ملنے کے بہت امکانات تھے... اور اس چیز پر سے بھی جو انھیں کمرے سے ملی تھی...

"میرا خیال ہے... ہمارا کیس مکمل ہو گیا۔" فرزانہ نے پرجوش انداز میں کہا۔

"اور مزے کی بات یہ ہے کہ ابا جان اب تک غائب ہیں۔" فاروق مسکرایا۔

"تب پھر کیس کا سہرا ہمارا ہو گیا۔" فرزانہ نے فوراً کہا۔

"لیکن تم سہرے کا کیا کرو گی؟" فاروق نے کہا۔

فرزانہ شرما گئی... وہ عمارت میں داخل ہوئے... سب لوگ اب تک صحن میں تھے:

"کیا کچھ ملا؟"

"ہاں! مجرم کے خلاف ثبوت ہم نے حاصل کر لیا ہے... آپ میں سے ایک مجرم ہے... اس کا ایک ساتھی اور بھی ہے... بس اسے گرفتار کرنا باقی ہے۔"

عین اسی وقت دروازے کی گھنٹی بجی...

"شاید میرے وکیل صاحب آ گئے..." اقرار خوباں نے کہا، اور دروازے کی طرف لپکا۔

"دیکھیے... آپ باہر جانے کی کوشش ہرگز نہیں کریں گے۔"

"میرا دماغ نہیں چل گیا کہ فرار ہو جاؤں اور خود کو مجرم بنا لوں... جب میں نے کوئی جرم ہی نہیں کیا، تو پھر میں فرار کیوں ہوں گا۔"

"ہوں... بات ٹھیک ہے۔"

اس نے آگے بڑھ کر دروازہ کھول دیا... لیکن باہر اس کا وکیل نہیں کھڑا تھا... کوئی اور ہی تھا...

فون

"مسٹر احسن مرزا... یہ کیا ہے۔" محمود نے انگوٹھی کی طرف اشارہ کیا۔

"یہ... انگوٹھی ہے... یہ بھی کوئی پوچھنے کی بات ہے۔" اس نے حیران ہو کر کہا۔

"پوچھنے کی بات ہے... اسی لیے تو پوچھ رہا ہوں... میں آپ کی ملازمت کے کاغذات دیکھنا چاہتا ہوں۔"

"وہ تو پلانٹ کے ریکارڈ روم میں ہوں گے، ریکارڈ روم کے انچارج کے پاس۔"

"ہوں... تو پھر ہم وہیں چلیں گے۔" اس نے کہا۔

"بات کیا ہے محمود صاحب۔" کرنل نے لہجے میں حیرت تھی۔

"بات ابھی بتاتا ہوں... پہلے ذرا ریکارڈ روم میں چلیے۔"

وہ سب وہاں پہنچے... انچارج اندر موجود تھا... کرنل نے تعارف کرایا اور پھر محمود نے کہا:

مہربانی فرما کر احسن مرزا کی فائل نکال دیں۔"
"خیر تو ہے جناب۔" اس نے کرنل کی طرف دیکھا۔
"پہلے آپ فائل نکال دیں۔" کرنل بولے۔
وہ ایک الماری کی طرف مڑ گئے... چند منٹ بعد فائل نکال کر
ان کے سامنے رکھ دی... محمود نے فائل کی ورق گردانی شروع
کر دی... کرنل اور ان کے ساتھی اب پوری طرح بور ہو چکے
تھے... لیکن خاموش تھے... آخر محمود نے سر اٹھایا اور بولا:
"یہ دیکھیے... انھوں نے ملازمت کے سلسلے میں جو کاغذات جمع
کرائے تھے... ان میں خود کو مسلمان لکھا ہے... اور ان تمام
کاغذات کی تصدیق بھی وزیر کے عہدے کے برابر ایک شخص
نے کر رکھی ہے۔"
"تو پھر... کیا یہ مسلمان نہیں ہیں۔" کرنل کے لہجے میں حیرت
تھی۔
ادھر احسن مرزا کی آنکھوں میں خوف دوڑ گیا... شاید اب وہ
محمود کی بات کو مکمل طور پر سمجھ گیا تھا...
"جی ہاں! آپ نے ٹھیک فرمایا... یہ حضرت مسلمان نہیں
ہیں جاپانی ہیں... لیکن خود کو مسلمان ظاہر کر کے اور اس وزیر
سے تصدیق کرا کے... اس حساس جگہ ایک جاپانی پہنچ گیا... افسوس،
یہ لوگ تو ہمارے ملک کے سب سے بڑے دشمن ہیں... اس

ہوں میں ملک دشمن تو زہر کے برابر ہے... بلکہ پوری قوم کو زہر
دے دینے کے برابر..."
"اُف مالک... احسن مرزا جاپانی ہے۔" کرنل چلائے۔
"ہاں! آپ اس کے چہرے کی طرف دیکھیے... صاف نظر آ
جائے گا... کہ میں غلط نہیں کہہ رہا۔"
انھوں نے احسن مرزا کی طرف دیکھا... اس کا چہرہ پسینے سے
تر ہو چکا تھا... حالانکہ موسم سرد تھا...
"کیوں احسن مرزا کیا یہ درست ہے۔" کرنل بولے۔
"نہیں جناب... میں مسلمان ہوں... میرا جاپانیوں سے قطعاً
کوئی تعلق نہیں۔"
"تب پھر... تمھارے چہرے کو کیا ہوا، یہ پسینے میں تر کیوں ہو
گیا ہے۔" محمود نے طنزیہ لہجے میں کہا۔
"میں بلاوجہ خوف زدہ ہو گیا... آخر آپ کے پاس کیا ثبوت
ہے کہ میں جاپانی ہوں۔" اس نے جھلا کر کہا۔
"ہاں! اب آپ نے کی ہے کام کی بات... کیوں کرنل صاحب،
میں ثبوت پیش کروں۔"
"میں تو ثبوت کے لیے بہت بے چینی محسوس کر رہا ہوں۔"
وہ بولے۔
"تو پھر اس کی انگلی کی انگوٹھی کو دیکھیے... اس کے نگینے

میں کیا الفاظ لکھے ہیں۔"

"یہ... کیا مطلب؟" احسن مرزا زور سے اچھلا۔

"آپ دیکھیے۔" محمود نے جیسے اس کی طرف دیکھا ہی نہیں۔
کرنل صاحب نے احسن مرزا کی انگلی پکڑ لی... اور انگوٹھی کی
طرف دیکھا:

"یہ تو انگریزی کے الفاظ ہیں... لو فار آل... یعنی محبت سب
کے لیے..."

"جی ہاں! یہ جملہ ان کا مخصوص نشان ہے... اپنی دکانوں، اپنے
دفاتر، اپنے گھروں کے ڈرائنگ روموں میں لکھ کر لگاتے ہیں... انگوٹھی
کے نگینے میں تو خیر میں نے بھی پہلی مرتبہ دیکھا ہے... آپ جاپانیوں
کے گھروں میں جا کر دیکھ لیں، دفاتر میں دیکھ لیں، ان کے کاروباری
مراکز میں دیکھ لیں... آپ کو انگریزی کے یہ تین لفظ لکھے نظر
آ جائیں گے... الفاظ کتنے پیارے ہیں... محبت سب کے لیے...
لیکن ذرا اس سے پوچھیے... کیا... مسلمانوں کے لیے ان کے دلوں
میں ذرا سی بھی محبت ہے۔"

"ہاں! بالکل ہے... میں کہتا ہوں... میں سب سے محبت کرتا
ہوں۔" وہ بولا۔

"ارے، کیا واقعی۔" محمود نے حیران ہو کر کہا۔

"ہاں بالکل۔" اس نے کہا۔

"لیکن اس کا ثبوت۔" محمود نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

"محبت کا بھی بھلا کوئی ثبوت دے سکتا ہے... کوئی شخص اگر
کہے کہ میں فلاں سے محبت کرتا ہوں... اپنے وطن سے، اپنی
ماں سے، اپنے باپ سے، اپنی بہن سے یا اپنے بھائیوں سے،
تو کیا وہ اس محبت کا ثبوت دے سکتا ہے... کیوں کرنل صاحب
آپ ہی بتائیں۔"

"میرا خیال ہے... وہ ثبوت نہیں دے سکتا۔" کرنل صاحب
نے اس کی تائید کی۔

"آپ نے درست فرمایا جناب کرنل... لیکن یہ شخص چاہے تو سب
مسلمانوں سے محبت ہونے کا ثبوت فوراً دے سکتا ہے۔"

"آخر کیسے؟" کرنل نے حیران ہو کر کہا۔

"بہت آسانی سے... جاپانی جس شخص کو نبی مانتے ہیں... وہ
اپنی کتابوں میں لکھتا ہے کہ جو مجھے اور میری کتابوں کو نہیں مانتا...
وہ کنجریوں کی اولاد ہے... اب ان صاحب کا دعویٰ ہے کہ یہ
جاپانی نہیں ہیں تو پھر یہ قادیانی جھوٹے نبی کے بارے میں یہ
الفاظ کہہ دیں کہ وہ جھوٹا تھا، بے ایمان تھا... کذاب تھا، اس پر
اور اس کو ماننے والوں پر اللہ کی ہزار بار لعنت۔"

"بالکل پتے کی بات ہے... مسٹر احسن مرزا... تم یہ الفاظ
کہہ دو۔"

احسن مرزا کا رنگ اور اڑ گیا... اس کے چہرے پر زلزلے کے آثار طاری ہو گئے... تاہم اس کے منہ سے کوئی لفظ نہ نکل سکا... یہ دیکھ کر کرنل بولے:

"بولیے مسٹر احسن مرزا۔"

"میں جاپانی نہیں ہوں... لیکن میں اسے کیوں گالیاں دوں۔" آخر اس نے کہا۔

"گالیاں دینے کو کس نے کہا ہے... ہم نے تو مطالبہ کیا ہے کہ آپ اس کے جھوٹا ہونے کا اعلان کر دیں۔"

"افسوس! میں ایسا نہیں کر سکتا۔"

"کرنل صاحب... اس شخص کو گرفتار کر لیں... اس نے دھوکے سے یہ ملازمت حاصل کی ہے... ایٹمی پلانٹ میں کسی بھی جاپانی کا داخلہ بالکل بند ہے۔"

"میں اسے گرفتار کر رہا ہوں... لیکن اس قانون کا مجھے علم نہیں۔"

"یہ ذمے داری ہماری ہے... آپ [illegible] ریں۔"

"اچھی بات ہے۔"

اسی وقت احسن مرزا کے ہاتھوں میں ہتھکڑیاں پہنا دی گئیں۔

"اور اب مسٹر احسن مرزا... آپ بتائیں... یورینیم کہاں ہے۔"

"میرے فرشتوں کو بھی معلوم نہیں... میں جاپانی ضرور ہوں اور

ں بھرتی بھی اسی لیے کرایا گیا تھا کہ جب بھی موقع ملے... پلانٹ کو کوئی بڑا نقصان پہنچا کر خود یہاں سے نکل جاؤں... لیکن افسوس! مجھے آج تک ایسا کوئی موقع نہیں مل سکا۔"

"اور یورینیم۔"

"اس معاملے میں میرا دور کا بھی واسطہ نہیں۔" اس نے کہا۔

"خیر... ہم چیک کریں گے... اگر واسطہ نکل آیا تو پھر تم سے دو دو باتیں کریں گے۔"

"ورنہ جھوٹ بول کر اس حساس ادارے میں ملازمت حاصل کرنا بھی کوئی معمولی جرم نہیں ہے... وہ بھی نقصان پہنچانے کی غرض سے حاصل کرنا۔" کرنل نے غصیلے انداز میں کہا۔

"فی الحال آپ اسے زبردست نگرانی میں رکھوائیں... یہ فرار نہ ہونے پائے۔" محمود نے کہا۔

"اس کی آپ فکر نہ کریں۔"

اب محمود نے احسن مرزا کے کوارٹر کی اچھی طرح تلاشی لی... اس کے جاپانی ہونے کا ثبوت اس کے کاغذات اور خط و کتابت وغیرہ سے بھی مل گیا... لیکن یورینیم کا کوئی سراغ نہ مل سکا...

"اب ہم یورینیم کہاں تلاش کریں۔" کرنل نے پریشان آواز میں کہا۔

"آپ ایک ایک ملازم کے کمرہ کی تلاشی لینے کا انتظام کریں... ان کے کوارٹرز کی تلاشی بھی لی جائے... میں ذرا پروفیسر صاحب کی خیریت معلوم کر آؤں۔"

"وہ تو آپ فون پر بھی معلوم کر سکتے ہیں۔"

"نہیں! فون پر ٹھیک نہیں رہے گا۔"

محمود وہاں سے سیدھا ہسپتال پہنچا... پہلے اس کی ملاقات فوجی آفیسر سے ہوئی... وہ پروفیسر نعمان اختیاری کے کمرے کے باہر کھڑا تھا اور دروازہ بند تھا...

"کیوں! آپ یہاں کیوں کھڑے ہو گئے... آپ کو تو اندر ان کے پاس موجود رہنا چاہیے تھا۔"

"پروفیسر صاحب تنہائی چاہتے تھے... مجھے ان کی خواہش کی خاطر باہر نکلنا پڑا۔"

"اوہ اچھا۔" محمود نے کہا اور دروازے پر دستک دی۔

"کون ہے" اندر سے پروفیسر صاحب کی آواز سنائی دی۔

"جی میں ہوں محمود۔"

"اوہ! آپ آ گئے... ایک منٹ... میں ابھی دروازہ کھولتا ہوں۔" اندر سے آواز آئی۔

اور پھر دروازہ کھل گیا...

"خیر تو ہے۔"

"جی ہاں... یورینیم کی گمشدگی کے علاوہ باقی سب خیریت ہے... البتہ آپ کے پلانٹ میں ایک مدد جاپانی بھی ملازم ہے... اسے پکڑا جا چکا ہے۔"

"کیا کہا... جاپانی... نہیں ہرگز نہیں... یہ کیسے ہو سکتا ہے۔"

"اس نے خود کو مسلمان ظاہر کیا تھا اور ظاہر ہے... کسی وزیر کی سفارش پر رکھا گیا ہو گا... اس کیس پر ہم بعد میں گفتگو کریں گے... سراغ لگائیں گے کہ کس نے اس جاپانی کی سفارش کی تھی۔"

"آخر وہ ہے کون۔" پروفیسر نے چونک کر کہا۔

"احسن مرزا۔"

"اوہ!" ان کے منہ سے مارے حیرت کے نکلا۔

"آپ نے ان صاحب کو باہر کیوں نکال دیا تھا؟" محمود نے پوچھا۔

"بس... ذرا تنہائی چاہتا تھا... ویسے بھی یہ آپ کا خیال ہے... کہ میں خطرے میں ہوں، میرے خیال میں تو مجھے کوئی خطرہ نہیں ہے۔"

"ہوں خیر... احتیاط اچھی ہے... ویسے میں آپ کے لیے کوئی اچھی خبر نہیں لا سکا... یورینیم کا اب تک کوئی سراغ نہیں [illegible]

"یہ... یہ بہت بُرا ہوا ہے... اب میں حکومت کو کیا جواب دوں گا۔"

"میرا خیال ہے... ابھی تک یورینیم پلانٹ کی حدود سے باہر نہیں لے جایا جا سکا... صرف سیف سے نکال کر کہیں چھپایا گیا ہے۔" محمود نے کہا۔

"اللہ کرے... ایسا ہی ہو۔" پروفیسر صاحب نے سرد آہ بھری۔

"اب اگر آپ کی طبیعت ٹھیک ہو تو آپ اپنی رہائش پر جا سکتے ہیں۔"

"ہاں! میں پہلے سے بہت بہتر محسوس کر رہا ہوں... ڈاکٹر صاحب کو بھی کوئی اعتراض نہیں۔"

"تو پھر چلیے..." محمود نے کہا۔

وہ ان کے ساتھ پھر پلانٹ میں آ گیا... پروفیسر صاحب نے فوراً اپنی رہائش گاہ کا رخ کیا...

"آپ اب آرام کریں... یہ آپ کی حفاظت کے پیشِ نظر رہائش کے باہر رہیں گے۔" محمود نے کہا۔

"ٹھیک ہے..." وہ بولے۔

محمود نے فوراً کرنل کے خیمے کا رخ کیا... کرنل نے جونہی اسے دیکھا، بول اٹھا:

"کیسے! کوئی کامیابی۔"

"یا تو ہم کامیابی کے بہت قریب ہیں یا بہت دور۔"

"یہ کیا بات ہوئی۔" انھوں نے حیران ہو کر کہا۔

"آپ ایک بات پر عمل کر لیں... پھر یورینیم کہیں نہیں جا سکے گا... چاہے ہمیں ملے یا نہ ملے۔"

"میں سمجھا نہیں۔"

"یہ بات میں دعوے سے کہہ سکتا ہوں کہ یورینیم ابھی تک پلانٹ کی حدود سے باہر نہیں لے جایا جا سکا... اگر آپ کسی کو بھی پلانٹ سے باہر نہ جانے دیں تو یورینیم بھی نہیں جائے گا۔"

"لیکن یہ کیسے ہو سکتا ہے... میں سب کو کس طرح روک سکتا ہوں۔"

"روکنا ہو گا۔"

"سربراہوں کو بھی... یعنی جو پلانٹ کے انچارج ہیں اور میں خود جن کے احکامات پر عمل کرتا ہوں۔"

"ہاں! یہ بھی تو ہو سکتا ہے کہ کسی طرح یورینیم دوسرے یا تیسرے انچارج تک پہنچا دیا گیا ہو... اور وہ لے کر باہر نکل جائے۔"

"انچارجوں پر شک کیا ہی نہیں جا سکتا... وہ ہر لحاظ سے

فٹ ہیں۔"

"آپ یہ کیوں بھولتے ہیں کہ ان کی جگہ کوئی غلط آدمی تو لے سکتا ہے... نقلی تیمور تلبانی کی مثال آپ کے سامنے ہے۔"

"ابھی تک تو ہم اس کو بھی تلاش نہیں کر سکے۔"

"اس کو بھی تلاش کر لیا جائے گا... گھبرانے کی ضرورت نہیں..." محمود نے پُر یقین لہجے میں کہا۔

"اچھا خیر... میں آپ کی بات پر عمل کروں گا... لیکن یہ سوچ لیں... اس طرح یہ لوگ میرا تبادلہ کرا دیں گے۔"

"نہیں کرائیں گے... ہم بعد میں ان کی منت سماجت کر لیں گے۔" محمود نے مسکرا کر کہا۔

"بہت بہتر۔"

"اور کرنل صاحب... جو بھی پلانٹ کی حدود سے باہر جانے کی ضد کرے... اور کسی طرح نہ مانے... آپ اس کے بارے میں مجھے فوراً بتا دیں۔"

"اچھی بات ہے۔"

"جہاں تک میرا خیال ہے... اس سازش کا منصوبہ کافی پہلے تیار کیا گیا تھا اور اس کی بار بار ریہرسل بھی کی گئی ہو گی... لیکن یہ اس وقت ممکن ہے جب اندر کا کوئی آدمی ان کے ساتھ مل گیا ہو... اور وہ غالباً تیمور تلبانی تھا۔"

تیمور تلبانی۔"

"ہاں! ریہرسل کے لیے یہ بہت ضروری تھا کہ کوئی اندر کا آدمی وہ تو ہیں۔"

"آپ کی بات دل کو لگتی ہے... لیکن پھر اسے قتل کیوں کرایا گیا۔"

"قتل اس لیے کر دیا گیا کہ اس کا کام ختم ہو گیا تھا... اگر وہ ہمارے ہتھے چڑھ جاتا تو ان کے راز فاش ہو جاتے۔" محمود نے کہا۔

"ریہرسل سے آپ کی کیا مراد ہے... آخر ریہرسل کس طرح کی گئی ہو گی۔"

"اس طرح کہ تیمور تلبانی لمبی چھٹی لے کر گیا ہو گا... وہاں اس سے بات کی گئی... اسے بہت بڑی رقم دی گئی... یا کوئی بہت بڑا لالچ... وہ لالچ میں آ گیا اور ان کا ساتھ دینے پر تیار ہو گیا... لہٰذا ایک عدد نقلی تیمور تلبانی تیار کیا گیا... اصلی تیمور نے اسے تمام معاملات سمجھائے... بلکہ رٹوائے اور ہر طرح اسے اپنی کاپی بنا دیا... پھر اس کی بجائے نقلی تیمور کو پلانٹ میں بھیج کر دیکھا گیا۔"

"کیا مطلب؟" کرنل نے چونک کر کہا۔

"ہاں! پہلے نقلی تیمور نے صرف تجربے کے طور پر اندر آ کر

اور گھوم پھر کر... بلکہ تیمور کی سیٹ پر کام کر کے یہ دیکھا ہو گا کہ اس پر کوئی شک کرتا ہے یا نہیں... اور جب اس پر کسی کو شک نہ ہوا تو سازش کرنے والوں کو اس نے کامیابی کی اطلاع دے دی... پھر اس کی جگہ اصل نے لے لی... اس کے بعد مناسب وقت پر انھوں نے اس سازش پر کام شروع کر دیا... اس دوران نقلی تیمور اور بھی مشق کرتا رہا ہو گا۔"

"اُف مالک... تو یہ اس طرح کیا گیا ہے... اور ہمارے فرشتوں کو بھی پتا نہ چل سکا... کہ یہاں نقلی تیمور چکر لگا کر چلا گیا ہے۔"

"لیکن سوال پھر بھی اپنی جگہ ہے... آخر یہ لوگ یورینیم کو پلانٹ سے کس طرح لے جانے کا ارادہ رکھتے ہیں۔" محمود نے الجھن کے عالم میں کہا...

اچانک فون کی گھنٹی بج اٹھی... کرنل نے ریسیور اٹھایا اور پھر ریسیور اس کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا:

"دارالحکومت سے آپ کا فون ہے..."

جونہی محمود نے ریسیور کان سے لگایا... وہ بڑے زور سے اچھلا...

دھول

"شاید آپ کو کسی اور کا انتظار تھا۔" باہر کھڑے شخص نے دھیمی آواز میں کہا:

"ہاں! آپ کا اندازہ درست ہے... لیکن آپ کون ہیں اور کس سے ملنا ہے۔" اس نے قدرے حیران ہو کر کہا... سامنے کھڑا شخص اسے بہت ہی پر اسرار سا لگا تھا... اس نے کسی قدر یہ بات بھانپ لی تھی کہ انھیں کسی اور کا انتظار تھا۔

"اندر محمود یا فاروق اور فرزانہ میں سے کوئی ہے؟"

"جی ہاں... ہیں۔"

"ابا جان... ہم دروازے پر آ چکے ہیں۔" پیچھے سے فاروق نے نمودار ہوتے ہوئے کہا... ساتھ ہی فرزانہ بولی:

"السلام علیکم... آپ نے اس مرتبہ بہت انتظار کرایا۔"

"واقعی یہ گلہ ہمیں بھی ہے۔" انھوں نے پروفیسر صاحب کی آواز سنی۔

"تو آپ بھی یہیں ہیں۔"

"بلکہ میں بھی۔" خان رحمان کی آواز گونجی۔

"لیکن محمود نظر نہیں آ رہا... اس کا مطلب ہے... وہ ایٹمی پلانٹ میں ہے۔" انھوں نے کہا۔

"آپ کو کیسے معلوم ہو گیا۔"

"یہاں آنے سے پہلے کسی حد تک حالات معلوم کر چکا ہوں۔"

"آیئے... ہم بہت پریشان ہیں۔"

"کوئی بات نہیں... کبھی کبھار پریشان ہونا صحت کے لیے بُرا نہیں۔" وہ مسکرائے۔

"لیکن آپ غائب کہاں تھے۔"

"ایک دوست ملک میں... اس کا مسئلہ بہت زیادہ الجھ گیا تھا... سلجھانے میں بہت دیر لگ گئی... یہاں پہنچا تو تم لوگوں کی مصروفیات کی رپورٹ ملی... لہٰذا سیدھا ادھر چلا آیا۔"

وہ اندر آ گئے... سب سے ہاتھ ملایا اور ایک الگ کمرے میں اطمینان سے بیٹھنے کے بعد بولے:

"اب تم مجھے پوری تفصیل سے حالات سنا دو... کوئی بات رہ نہ جائے... ہر چھوٹی سے چھوٹی بات بتانی ہے۔"

"بہت بہتر... یہ کام میں کرتی ہوں۔"

"چلو تم ہی کر لو... مجھے کوئی اعتراض نہیں۔" فاروق نے بھنا کر کہا۔

"اگر اعتراض نہیں تو پھر جلے کیوں جا رہے ہو۔"

"عادت ہے۔" اس نے اور بھی تلملا کر کہا اور انسپکٹر جمشید ہنس دیے۔

فرزانہ نے تفصیل سنانا شروع کی... وہ ہر بات بتاتی چلی گئی... پلانٹ کی سیر کے بارے میں سب کچھ بتا دیا... اس کے خاموش ہونے پر انسپکٹر جمشید چند منٹ تک سوچ میں ڈوبے رہے... پھر انھوں نے کہا:

"سب سے پہلے تو محمود سے بات کرنی چاہیے۔"

یہ کہہ کر انھوں نے ایٹمی پلانٹ کے نمبر گھمائے... آخر کار محمود سے رابطہ قائم کرنے میں کامیاب ہو گئے:

"ہاں بھئی... ادھر کیا حالات ہیں... میں اس طرف کی تفصیل سن چکا ہوں۔"

"شکر ہے... آپ آئے تو... ہم تو خوب چکر پر چکر کھا رہے تھے۔"

"فکر نہ کرو... حالات سنا دو۔"

اس نے تمام حالات بتا دیے... آخر انسپکٹر جمشید بولے:

"ہم بہت جلد پہنچنے کی کوشش کریں گے... تم صرف جاسوسی کے سب سے بڑے اصول پر عمل ضرور کرنا... اگر اس کو چھوڑ

دیا تو پھر شاید ہم یورینیم حاصل نہ کر سکیں۔"

"اس بارے میں میں پہلے ہی کرنل صاحب سے بات کر چکا ہوں۔"

"بس ٹھیک ہے... کسی کی بھی پروا نہیں کرنی۔"

"ٹھیک ہے۔" اس نے کہا۔

انھوں نے ریسیور رکھ دیا اور کمرے سے باہر آئے، سب ان کا انتظار کر رہے تھے...

"تمام حالات سننے کے بعد میں اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ آپ میں سے ایک نے غداری کی تھی... سازش کرنے والوں کے ساتھ مل گیا تھا... اگر وہ ساتھ نہ ملتا تو سازش کی ہی نہیں جا سکتی تھی... کیوں کہ جب تک پلانٹ کے اندر کے حالات نہ جان لیے جائیں... اس قسم کی سازش کبھی کامیاب نہیں ہو سکتی۔"

"ہوں... ٹھیک ہے... ابا جان... ہم بھی اس نتیجے پر پہنچ چکے ہیں... بلکہ اب تو ہم یہ بھی بتا سکتے ہیں کہ غداری کسی نے کی ہے۔" فاروق نے پُرجوش انداز میں کہا۔

"اور آپ میرا نام لیں گے... جب کہ میرا دعویٰ ہے کہ آپ کا اندازہ بالکل غلط ہے۔" اقرار خوباں نے جھلا کر کہا۔

"نہیں... وہ آپ نہیں ہیں... اگرچہ آپ پر ہمیں شک بہت رہا..."

"ارے... تت... تو پھر۔" اقرار خوباں نے چونک کر کہا۔

"آپ کے بارے میں ایک بات ہمیں الجھن میں مبتلا کرتی رہی... اور وہ یہ کہ آپ نے دروازہ دھڑدھڑانے کی آواز سنی تھی اور دروازے پر جا کر بھی دیکھا تھا... لیکن باہر کوئی نہیں تھا۔"

"جی ہاں! یہی بات ہے... میں نے غلط نہیں بتایا۔"

"جب کہ دروازے پہ دستک کی آواز اور کسی نے نہیں سنی، کیا یہ بات عجیب نہیں ہے۔"

"نہیں... سب لوگ سوئے ہوئے تھے۔"

"آپ بھول رہے ہیں... ہم نے سب سے ایک سوال ضرور کیا تھا... یہ کہ آپ کی نیند کچی ہے یا پکی... خالد رمزانی، نیاض گوگر اور نعیم اختر گورگانی نے بتایا تھا کہ ان کی نیند بالکل کچی ہے، اور وہ ذرا سی آواز سے بھی جاگ جاتے ہیں... لیکن انھوں نے وہ آواز نہیں سنی تھی... تب پھر صرف آپ نے کیوں سنی۔"

"صرف اس لیے کہ میں اس وقت پوری طرح بیدار تھا... ابھی سویا ہی نہیں تھا... جب کہ دوسرے سوئے ہوئے تھے... سوئے ہوئے اور جاگتے ہوئے آدمی میں فرق تو ہوتا ہے... دستک اس قدر زور کی بھی نہیں تھی۔"

"چلیے خیر... یہ بات تو صاف ہو گئی... اب سوال یہ ہے کہ دستک کس نے دی تھی اور کیوں... ابا جان یہ اندازہ ہم ابھی تک نہیں لگا سکے۔" فرزانہ نے الجھن کے عالم میں کہا۔

"حالاں کہ بات بالکل سامنے کی ہے۔" وہ مسکرائے۔

"جی کیا مطلب... سامنے کہاں..." فاروق حیران ہو کر بولا۔

"کک... کیا کہ رہے ہو جمشید... تمھارے سامنے تو میں ہوں۔" خان رحمان نے بوکھلا کر کہا۔

وہ مسکرا دیے... فرزانہ نے جلدی سے کہا۔

"آپ کیا کہ رہے تھے ابا جان... سامنے کی بات۔"

"ہاں بھئی... غدار نے کمرے سے نکل کر دستک دی تھی... صرف یہ دیکھنے کے لیے کہ کوئی جاگ تو نہیں رہا... دستک دیتے ہی وہ پھر اپنے کمرے میں گھس گیا اور انتظار کرنے لگا... اس نے دروازے کی جھری میں سے صرف ایک ساتھی کو دروازے تک جاتے دیکھا اور پھر واپس بھی کمرے میں جاتے دیکھا... اس کے بعد اس نے چند منٹ اور انتظار کیا اور پھر جا کر اقرار خوباں صاحب کے کمرے میں تالے کے سوراخ میں سے جھانک کر دیکھا، وہ اسے سوتے نظر آئے... غالباً مسٹر خوباں... باہر دیکھنے کے بعد سونے کے لیے لیٹ گئے تھے اور نیند نے بھی انھیں آ لیا تھا... کیوں مسٹر خوباں۔"

"بالکل یہی بات ہے جناب۔" اقرار نے [illegible] ہو کر کہا۔

"اس کے بعد غدار صاحب نے دروازہ کھول دیا اور باہر موجود ساتھیوں کو اشارہ دیا... وہ لاش اٹھا کر اندر آ گئے...

[illegible]وں نے لاش کو کمرے کے فرش پر لٹایا اور اس پر خون چھڑکنے [illegible]لیے خون کی بوتلیں نکالیں... خون کی بوتلیں پہلے ہی خرید کر [illegible] لی گئی تھیں... لیکن اچانک انھیں معلوم ہوا... خون کی [illegible]لیں سیل شدہ ہیں اور کسی چاقو یا قینچی کی مدد کے بغیر ان کا [illegible]نہ نہیں کھولا جا سکتا... لاش لانے والوں نے غدار صاحب [illegible] دبی آواز میں کہا... کوئی چاقو یا قینچی مل سکے گی... دراصل [illegible]ہ اس پہلو کو بھول گئے کہ بوتلیں کھولنے کے لیے قینچی ساتھ [illegible] لیتے... غدار وہاں سے نکل کر اپنے کمرے میں گیا، وہاں [illegible] شیو والی قینچی اٹھائی اور پھر ادھر آیا... قینچی کے ذریعے [illegible]وتلوں کے منہ کھولے گئے اور پھر خون چھڑک دیا گیا... لیکن [illegible]ہاں بھی ان سے بے وقوفی ہوئی... انھوں نے لاش کی کمر [illegible]کے نیچے خون نہیں انڈیلا... تاہم وہ ایسا کر لیتے، تب بھی پوسٹ [illegible]مارٹم کی رپورٹ سے یہ بات صاف ہو جاتی کہ قتل وہاں نہیں [illegible]ہوا... لہٰذا انھیں اس سے کوئی فائدہ نہیں ہو سکتا تھا، اور [illegible]یہ بات وہ بھی جانتے تھے، دراصل وہ یہ چاہتے بھی نہیں تھے [illegible]کہ ہم اس غلط فہمی میں ہی مبتلا رہیں کہ قتل یہاں کیا گیا ہے... [illegible]یہ تو ان کا وقتی چکر تھا... ان کا پروگرام تو دراصل یہ تھا کہ یہاں سے ایٹمی پلانٹ کے انچارج کو فون کر کے بلایا جائے... اور بس۔" انسپکٹر جمشید یہاں تک کہ کر رک گئے۔

"لیکن بھلا اس سے وہ کیا چاہتے تھے... پروفیسر صاحب کے یہاں آ جانے سے ان کا کون سا مطلب حل ہوتا تھا؟"

"باقی کہانی میں یہاں نہیں... ایٹمی پلانٹ میں سناؤں گا... یہاں تو صرف یہ سن لیں کہ غدار کون ہے... فاروق اور فرزانہ نے سب سے سوالات کیے اور سوالات کے شروع میں یہ بات سامنے آئی کہ خالد رضوانی صاحب کی کمر پر ایک سیاہ رنگ کی چیز چپکی ہوئی ہے... اس کو اتار لیا گیا... لیکن خالد رضوانی نے کہا کہ وہ نہیں جانتے... یہ کیا چیز ہے... اس سیاہ چیز کو دیکھ کر اقرار خوباں صاحب چونکے اور انھوں نے ایک نئی بات بتائی اور وہ یہ کہ انھوں نے راجا جونی کو وہ سیاہ چیز خالد رضوانی کی کمر پر لگائی تھی... یہاں سے راجا جونی شک کی زد میں آئے... ان کا بیان یہ تھا کہ وہ خوف زدہ تھے اور یہ جاننا چاہتے تھے کہ ان سے کیا سوالات پوچھے جانے والے ہیں... اس لیے انھوں نے آوازیں کیچ کرنے والے حساس ترین آلے کا ایک حصہ خالد رضوانی کی کمر پر لگایا تھا... ان کو پھر بھی شک کی زد میں رکھا گیا... کیوں کہ فاروق اور فرزانہ جب تیمور تلبانی کے بھائی شمشیر تلبانی سے ملنے گئے تھے تو اس وقت بھی کسی نے اسی جیسے آلے کے ذریعے بات چیت سنی تھی، اب ان سے سوال یہ ہے کہ ان کے پاس آلہ کہاں سے آیا۔"

"مجھے اس قسم کی چیزوں کا شوق ہے میرا ایک دوست انشارجہ میں رہتا ہے... اس نے تحفے کے طور پر بھیجا تھا۔"

"ایک ہی سیٹ یا دو۔"

"ایک۔" اس نے فوراً کہا۔

"شمشیر تلبانی کے گھر میں ہونے والی گفتگو بھی آپ نے ہی سننے کی کوشش کی تھی۔"

"جی نہیں۔"

"ہوں! آپ ٹھیک کہتے ہیں... اس قسم کا دوسرا آلہ ضرور اس غدار کے پاس تھا... اس نے وہاں کی گفتگو سننے کی کوشش کی تھی... اچھا آپ لوگ ایسا کریں کہ اپنی اپنی شیو والی قینچیاں اٹھا لائیں ذرا۔" انسپکٹر جمشید نے ڈرامائی انداز میں کہا۔

"جی کیا مطلب؟"

"جس کی قینچی کی نوک خون آلود ہو گی... بس وہی غدار ہے۔"

"اوہ!" ان کے منہ سے ایک ساتھ نکلا۔

اور پھر وہ اپنے اپنے کمرے میں گھس گئے... واپس لوٹے تو سوائے ایک کے ان سب کے پاس اپنی اپنی قینچی تھی... لیکن راجا جونی کے پاس نہیں تھی...

"مسٹر راجا جونی... آپ کی قینچی؟"

"میں شیو کے بکس میں قینچی رکھنا بھول گیا... ساتھ نہیں

لا سکا۔"

"آپ نے یہاں آ کر شیو تو کی ہو گی۔"

اس کا ہاتھ بے اختیار گالوں کی طرف چلا گیا... شیو بالکل تازہ کی گئی تھی... لہٰذا اس نے کہا:

"ہاں! میں نے شیو کی تھی۔"

"آپ نے قینچی کس سے مانگی تھی... کیوں کہ آپ نے باریک سی مونچھیں بھی رکھی ہوئی ہیں... ان کو سنوارنے کے لیے قینچی کی ضرورت تو پیش آئی ہو گی۔"

"ہم... میں... وہ۔" وہ ہکلا کر رہ گیا۔

"تو آپ کی قینچی غائب ہے... آپ کے پاس تھی ضرور... آپ بھولے نہیں تھے... اسی لیے کسی سے مانگنے کی ضرورت نہیں پڑی... اگر آپ بھول آئے ہوتے تو پھر اپنے کسی ساتھی سے ضرور مانگتے... اب آپ کیا کہتے ہیں۔"

"آپ لوگ مجھے بلاوجہ الجھانے کی کوشش کر رہے ہیں۔"

"نہیں... ہمارے پاس آپ کے خلاف مکمل ثبوت ہے... ہماری یہ خاص عادت ہے کہ کسی کو بلاوجہ نہیں پھانستے... نہ بلاوجہ گرفتار کرتے ہیں... جب تک کسی کے خلاف بالکل پختہ یقین نہیں ہو جاتا کہ وہ مجرم ہے... اس وقت تک اس پر ہاتھ نہیں ڈالتے... لہٰذا آپ کے بارے میں بھی جب

تک یقین نہیں ہو گیا... اس وقت تک آپ سے بات نہیں کی۔"

"آپ کیا کہنا چاہتے ہیں۔" اس نے بوکھلا کر کہا۔

"یہ کہ آپ اپنے ساتھ قینچی لائے تھے... خون کی بوتلیں اسی سے کاٹی گئیں... بس جلدی میں آپ سے یہ بے احتیاطی ہو گئی کہ قینچی سے خون کو صاف نہیں کر سکے... اس کی نوک پر ذرا سا خون لگا رہ گیا۔"

"وہ... وہ خون... وہ تو شیو کرتے وقت لگ گیا تھا۔"

"بہت خوب! آپ نے یہ بات تو مان لی... کہ قینچی آپ کے پاس تھی... اور آپ نے اس کے ذریعے شیو بھی کی تھی... پھر... آپ کا اپنا خون قینچی کی نوک پر لگ گیا تھا... ٹھیک ہے یا نہیں۔"

"بالکل ٹھیک۔" اس نے فوراً کہا۔

"اب آپ کو وہ زخم دکھانا پڑے گا..." انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

"نن... نہیں۔" اس نے خوف زدہ آواز میں کہا۔

"اس کا مطلب ہے... آپ وہ زخم نہیں دکھا سکتے... یعنی شیو کرتے وقت آپ کا خون قینچی پر نہیں لگا تھا... بلکہ وہ خون تو ان بوتلوں کا تھا... میں غلط تو نہیں کہہ رہا۔"

راجا جونی پر سکتہ طاری ہو گیا... زبان گنگ ہو گئی...

"اب مہربانی فرما کر اس چکر کی تفصیلات بھی بتا دیں۔"

"نہیں... میں کچھ نہیں بتا سکتا... کچھ نہیں بتاؤں گا... جان تو دے سکتا ہوں... بتا کچھ نہیں سکتا... اس لیے کہ بتانے کی صورت میں مجھے بہت بھیانک موت مار ڈالا جائے گا۔"

"کون مار ڈالے گا۔"

"جس کے اشاروں پر ہم ناچ رہے ہیں۔"

"یوں بات نہیں بنے گی... اگر تم کچھ نہیں بتاؤ گے تو پھر میں تمہیں کمرۂ امتحان میں لے جاؤں گا... وہاں اچھے اچھوں کی طبیعت صاف ہو جاتی ہے۔"

"ہوں... لیکن آپ ایک بات نہیں جانتے..." اس نے ہنس کر کہا۔

"اور وہ کیا؟"

"یہ کہ میرے منہ میں زہر کا ایک کیپسول ہے... کانچ کا بنا ہوا کیپسول... ادھر میں اس کو چباؤں گا، ادھر میری جان نکل جائے گی... اس صورت میں بھلا آپ میرے منہ سے کیا اگلوا سکیں گے۔"

"اوہ... ذرا دکھانا کیپسول..." انسپکٹر جمشید نے بوکھلا کر کہا۔

"کیوں گھبرا گئے نا آپ... اپنے ملک کے مشہور و معروف انسپکٹر ہیں... لیکن میری زبان نہیں کھلوا سکتے... میں کوئی بڑا

شہور مجرم بھی نہیں ہوں۔"

"ہاں! تم ٹھیک کہتے ہو... لیکن میں تم سے درخواست کرتا وں... اس سارے چکر کی وضاحت کر دو... اب چھپا کر تمہیں ئدہ بھی کیا ہو گا۔"

"فائدہ کیوں نہیں ہو گا... میں اس ملک کا باشندہ نہیں ہوں من ملک کا جاسوس ہوں... لیکن ایک مدت پہلے یہاں آ گیا ھا... اور یہاں کی شہریت اختیار کر لی تھی... تاکہ کسی کو ک نہ ہو... اس طرح میں اپنی صلاحیت کے بل پر آخر کار ٹمی پلانٹ میں ملازمت حاصل کرنے میں کامیاب ہو گیا... اس لسلہ میں ہمارے ملک کے لیے کام کرتے والے مقامی بڑے آدمیوں نے بھی میری سفارش کی تھی۔"

"اوہ! تب تو تم بہت کام کے آدمی ہو... ان سب کے نام بتا دو۔"

"ہرگز نہیں بتاؤں گا... کیوں بتاؤں... میں اپنے ملک کے لیے کام کرتے ہوئے مرنا پسند کروں گا۔"

"اچھا تو تم یہ سب اس کیپسول کے بل پر کہہ رہے ہو۔" انسپکٹر جمشید نے اسے غصہ دلانے والے انداز میں کہا... اس نے فوراً چلا کر کہا:

"ہاں... ہاں... ہاں۔"

اس کے ساتھ ہی اس کی کمر پر ایک زبردست دھول لگی، اسے ایک زور دار دھکا لگا... اور کیپسول اس کے منہ سے نکل کر فرش پر آ رہا... جس کو فاروق نے فوراً کچل دیا...

دھول فرزانہ نے ماری تھی... راجا جوفی کا منہ کھلا کا کھلا رہ گیا... اس کے کانوں میں انسپکٹر جمشید کے الفاظ گونجے:

"اب کمرۂ امتحان میں تم کیا کرو گے بھئی۔"

وارنٹ آگئے

"ہم... مجھے کمرۂ امتحان میں نہ لے جائیں یہیں پوچھ لیں... جو کچھ پوچھنا ہے۔"

"بھئی واہ... تم تو فوراً ہی سیدھے ہو گئے۔" فاروق ہنسا۔

"اب میں کر بھی کیا سکتا ہوں..." اس نے مایوسانہ انداز میں کہا۔

"تیمور تلبانی کو تین دن پہلے قتل کیا گیا تھا... یہ ٹھیک ہے۔"

"ہاں! بالکل ٹھیک ہے۔"

"قتل کر کے کہاں رکھا گیا۔"

"امداد باچہ کے گھر۔"

"یہ کون ہے۔"

"شارجستان کے لیے کام کرتا ہے... ہے یہیں کی پیداوار... لیکن اب شارجستان نے اسے اپنا ملازم بنا لیا ہے۔"

"اور تم بھی شارجستان کے ملازم ہو۔"

"ہاں! میں بھی ملازم ہوں۔"

"تم لوگوں کا باس کون ہے؟"

"رانا سرفراز شاہ۔"

"کیا کہا..." انسپکٹر جمشید نے چلّا کر کہا... کیوں کہ وہ بہت مشہور آدمی تھا۔

"ہاں! شارجستان کے جاسوسوں کا انچارج یہاں رانا سرفراز شاہ ہے... سب اس سے احکامات وصول کرتے ہیں۔"

"اور تم بھی۔" فرزانہ نے اسے گھورا۔

"ہاں! میں بھی۔"

"لیکن بھئی... رانا سرفراز شاہ تو بہت بڑا کاروباری اور سیاسی آدمی ہے... اس کے تو بڑے بڑے سیاسی لوگوں سے تعلقات ہیں... اور ہمیشہ غریبوں کے کام آتا ہے... ملک کے لیے نہ جانے کتنے بھلائی کے کام کر چکا ہے... وہ تو اس قدر نیک نام ہے کہ میں ایسی بات اس کے بارے میں سوچ بھی نہیں سکتا..."

"اس کے کئی روپ ہیں... ایسے کام کر کے اس نے خود کو ہر دلعزیز بنا لیا ہے... لوگ اسے بہت پسند کرتے ہیں... اس کے اشاروں پر جان دینے کو تیار ہو جاتے ہیں... اگر وہ الیکشن میں کھڑا ہو جائے تو لوگ دھڑا دھڑ اسے ووٹ ڈالیں

اور کامیاب کریں گے... لیکن اس میں کوئی شک نہیں کہ وہ
ل شارجستان کا ایجنٹ ہے۔"

"اُف مالک! بہت خوف ناک بات سننے میں آئی ہے۔" انسپکٹر
ید کانپ گئے۔

"اس سارے منصوبہ کی باگ ڈور بھی اسی کے ہاتھ میں
... یہ ساری منصوبہ سازی اسی نے کی ہے... اور وہ
بھی عملی طور پر اس میں حصہ لے رہا ہے۔"

"تفصیل سے بتاؤ... منصوبہ کیا ہے۔"

"افسوس! میں نہیں جانتا... منصوبے کی تمام تر تفصیلات
رف اور صرف رانا صاحب ہی جانتے ہیں... باقی سب کو تو
ان کے حصے کا کام بتا دیتے ہیں... ہر آدمی اپنے حصے کا
م کرتا ہے... کسی کو یہ معلوم نہیں ہوتا کہ چکر کیا ہے...
تو سارا چکر آپ کی زبانی معلوم ہوا... اب معلوم نہیں،
یلات بالکل اسی طرح ہیں یا... کسی اور طرح۔"

"ہوں! خیر... تم نے پھر بھی بہت کام کی باتیں بتائیں...
ب سے پہلے تو ہم امداد باچہ کے گھر چھاپہ مارتے ہیں...
کر..."

"اب جو کچھ بھی آپ کرنا چاہیں، کریں۔" اس نے کندھے
کائے۔

"تمھارا سارا بیان ریکارڈ کر لیا گیا ہے... اب تم اس بیان سے انکار نہیں کر سکو گے۔"

"اوہ!" وہ بولا۔

"ہاں! تمھارے بچنے کا ایک ہی راستا ہے... اور وہ یہ کہ تم وعدہ معاف گواہ بن جاؤ... عدالت میں ان تمام باتوں کا اقرار کرو..."

"وعدہ معاف گواہ بن کر مجھے کیا فائدہ ہو گا۔"

"سزا سے بچ جاؤ گے... یا بہت کم سزا بھگتنا ہو گی۔"

"اچھی بات ہے... مجھے منظور ہے۔" اس نے کہا۔

"تب پھر تم ہمارے ساتھ چلو... امداد باچہ کے ہاں۔"

"اس طرح تو میں خطرے میں پڑ جاؤں گا۔"

"فکر کی ضرورت نہیں... ہم تمھاری حفاظت کریں گے۔"

آخر وہ وہاں سے روانہ ہوئے... راستے میں فاروق نے کہا:

"کم از کم تم تیمور تابانی کے قتل کی تفصیلات تو بتا ہی سکتے ہو۔"

"ہاں! ہم چھٹی لے کر آئے تھے... اور سچ تو یہ ہے کہ مجھے رانا سرفراز شاد کی طرف سے اشارہ ملا تھا کہ میں اپنے چھے سات ساتھیوں کے ساتھ چھٹی کی درخواست دوں... اور منظور کرانے کی پوری کوشش کروں... میں نے ایسا ہی کیا،

چھٹی لے لی گئی... ہم ایٹمی پلانٹ سے روانہ ہوئے اور دارالحکومت آ گئے، کیوں کہ سب کے گھر یہیں تھے... جونہی ہم یہاں ... رانا صاحب کا نیا حکم مجھے ملا... یہ کہ میں تیمور تابانی کو ... لے کر امداد باچہ کے گھر پہنچ جاؤں... میں نے تیمور سے ... کہ میں اپنے ایک دوست سے ملنے جا رہا ہوں اور اسے ... ساتھ لے جانا چاہتا ہوں... وہ تیار ہو گیا... ہم دونوں ... اد باچہ کے گھر پہنچے... میں نے اس سے تیمور کا تعارف ... یا... امداد باچہ نے فوراً ہی خنجر کا وار اس کے پیٹ پر کر دیا، ... بھونچکا رہ گیا... مرنے سے پہلے بے چارے تیمور پر تو جو ... ری ہو گی... گزری ہو گی... میرا حال بھی بہت برا ہو ... کیوں کہ تیمور کو اس کے گھر سے میں ہی لایا تھا... میں ... نے امداد باچہ سے کہا... یہ تم نے کیا کیا... اس پر اس نے ... تایا کہ یہ سب رانا صاحب کے حکم پر کیا گیا ہے... اب ... میں اور بھی حیران ہوا... پھر رانا صاحب بھی وہیں آ گئے، ... مور کی لاش کو ڈیپ فریزر میں رکھ دیا گیا، اور رانا صاحب ... نے سارا پلان ہمیں سمجھایا... اور مقررہ وقت پر لاش کو مختار ... انگ تک لایا گیا... میں پہلے ہی اندر موجود تھا... یہ دیکھنے ... کے لیے کہ کوئی جاگ تو نہیں رہا... دروازہ آہستہ سے دھکیل دیا ... گیا... اقرار خوباں کمرے سے نکلا... لاش لانے والے تو پہلے

ہی اوٹ میں تھے... لہٰذا وہ باہر کوئی نہ پا کر واپس لوٹ گیا... چند
منٹ کے انتظار کے بعد میں نے اس کے کمرے میں تالے کے
سوراخ سے جھانکا... وہ سوتا نظر آیا... اب ہم آواز پیدا کیے بغیر
لاش کو کمرے میں لائے اور اس کے بعد تو جو کچھ ہوا، آپ
لوگ جانتے ہی ہیں۔"

"ٹھیک ہے... اب یہاں تک تو ساری بات سمجھ میں آ گئی۔
لیکن آگے پھر الجھن پیدا ہو جاتی ہے... آخر یہ اتنا لمبا چوڑا چکر چلانے
کی ضرورت کیا تھی... کیا صرف یہ کہ ایک نقلی تیمور تیار کیا جائے
اور اس کی جگہ اس نقلی تیمور کو پلانٹ میں بھیجا جائے... خیر اسے
بھیج دیا گیا... لیکن اس نے تو وہاں جا کر کچھ بھی نہیں کیا...
جب پروفیسر نعمان اختیاری وہاں گئے تو نقلی تیمور پہلے ہی غائب
ہو چکا تھا اور یورینیم محفوظ تھا... یورینیم تو اس کے بعد
میں غائب کیا گیا... کیوں کہ یورینیم نقلی تیمور کے ذریعے تو
غائب کرایا بھی نہیں جا سکتا تھا... پلانٹ سے نکلنے والے ہر
آدمی کی تو تلاشی لی جاتی ہے... نقلی تیمور بھی تلاشی دیے
بغیر تو جا نہیں سکتا تھا... لہٰذا سوال یہ ہے کہ نقلی تیمور
کا کھڑاک کیوں پھیلا گیا۔" انسپکٹر جمشید یہاں تک کہہ کر رک
گئے...

"ان سوالات کے جواب میں نہیں دے سکتا... اس لیے

کہ مکمل پلان صرف اور صرف رانا سرفراز شاہ کو معلوم ہے۔"

"خیر... نقلی تیمور کون بنا تھا۔"

"امداد باچہ۔"

"اوہ!" ان کے منہ سے نکلا۔

آخر وہ امداد باچہ کے دروازے پر پہنچ گئے... فاروق نے
دستک دی تو خود امداد باچہ نے دروازہ کھولا... کیوں کہ
وہ باہر راجہ جوفی کو دیکھ کر زور سے اچھلا تھا...

"تت... تم... جوفی... یہاں کیسے اور... یہ... یہ کون
لوگ ہیں۔"

"حرکت نہ کرنا... تم میرے پستول کی زد میں ہو۔" انسپکٹر
جمشید کی سرد آواز گونجی... اور ساتھ ہی ان کے ہاتھ
میں پستول نظر آیا... اس کا رنگ اور اڑ گیا... ہاتھ مشینی
انداز میں اوپر اٹھ گئے:

"یہ سب کیا ہے مسٹر راجا جوفی..." اس کے لہجے سے
نفرت ٹپکنے لگی...

"میں ان لوگوں کے مقابلے میں بری طرح ہار گیا باچہ۔"
جوفی بولا۔

"اور وہ کیپسول کیا ہوا۔"

"میں نے اس کو چبانے کی کوشش کی تھی... لیکن

ایسا نہ ہو سکا... ان لوگوں نے میری کمر پر اچانک ایسا ہاتھ
مارا کہ منہ سے کیپسول نکل کر دور جا گرا۔"

"جھوٹ کہتے ہو... تم نے جان بوجھ کر کیپسول نکال
پھینکا ہو گا... اگر تم چاہتے تو منہ بند رکھ سکتے تھے
اور کیپسول کچل دیتے دانتوں کے درمیان۔"

"مسٹر جوفی غلط بیانی نہیں کر رہے... یہ تجربہ تمھیں بھی
کر کے دکھایا جا سکتا ہے..." محمود نے منہ بنایا۔

"کیا مطلب؟"

"تمھاری کمر پر بھی ایک ہاتھ ایسا مار کر دکھا دیتے ہیں،
تم منہ بند رکھ کر دکھا دو... تجربہ ہو جائے گا۔"

"اوہ!" اس کے منہ سے نکلا۔

"کیا خیال ہے... تجربہ کرو گے؟" انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

"ہاں! کروں گا۔"

محمود اس کی کمر کی طرف گیا... اور پھر اچانک اس نے
دھول جما دی... اس کا منہ بے اختیار پورا کھلا اور وہ
آگے کو جھکا... مشکل سے اس نے خود کو پاؤں پر
کھڑا رکھا...

"ہوں! یقین آگیا کہ جوفی ٹھیک کہہ رہا ہے... کیا تم انھیں
سب کچھ بتا چکے ہو؟"

"ہاں! جو کچھ مجھے معلوم تھا۔"

"خیر کوئی بات نہیں... سرفراز شاہ ہمیں بچا لے گا... یہ
کون لوگ ہیں؟"

"انسپکٹر جمشید، محمود، فاروق اور فرزانہ۔" اس نے سرسراتی
آواز میں کہا۔

"کیا!!!" وہ چلایا۔

"اب کیا خیال ہے... سرفراز شاہ تمھیں بچا لے گا؟"

"ہاں! اس کے ہاتھ بہت لمبے ہیں۔"

"اکرام... اس کے ہاتھوں میں بھی ہتھکڑیاں پہنا دو۔"
انھوں نے کہا۔

دوسرے منٹ اس کے ہاتھوں میں ہتھکڑیاں نظر آئیں،
اب گاڑیاں سرفراز شاہ کی طرف روانہ ہوئیں...

"اب ہم دیکھیں گے... اس کے ہاتھ کس قدر لمبے ہیں۔"

"اور پھر آپ کو ایٹمی پلانٹ بھی تو چلنا پڑے گا۔"

"ضرور جائیں گے بھئی... آخر ہمیں یہ بھی تو دیکھنا ہے
کہ یورینیم کہاں ہے... تیمور نبانی کو کیوں قتل کیا گیا، نقلی
تیمور نے ایٹمی پلانٹ میں جا کر کیا کردار ادا کیا... مجھے یقین
ہے... اسے بلاوجہ تو ہرگز نہیں بھیجا گیا ہو گا۔" انھوں
نے جلدی جلدی کہا۔

"یہ بات تو سرفراز شاہ بتائے گا۔"

وہ سرفراز شاہ کی کوٹھی تک پہنچ گئے... کوٹھی کیا تھی، پورا محل تھا... اس کی شان و شوکت دیکھ کر وہ دھک سے رہ گئے... گھنٹی کے جواب میں ایک باوردی ملازم باہر نکلا:

"جی فرمائیے۔"

"سرفراز شاہ صاحب سے ملنا ہے۔"

"وہ شہر سے باہر گئے ہوئے ہیں۔"

"کب آئیں گے؟"

"کچھ نہیں کہا جا سکتا جناب۔"

"کس شہر گئے ہیں؟"

"یہ بھی نہیں معلوم... بتا کر نہیں گئے۔"

"ہوں... ہمیں اندر کی تلاشی لینی ہے۔" انسپکٹر جمشید بولے۔

"جی... کیا مطلب؟"

"مطلب یہ کہ اس محل کی ہم تلاشی لیں گے... ہمارا تعلق پولیس سے ہے۔"

"لیکن آپ ان کی غیر موجودگی میں تلاشی کس طرح لے سکتے ہیں... اور پھر وارنٹ کے بغیر۔"

"میں یہ کام کر سکتا ہوں... گھر کے کسی اور ذمے دار آدمی کو بلا کر لائیں۔"

"میں شاہ صاحب کے مینجر کو لاتا ہوں۔"

"ہاں! یہ ٹھیک رہے گا۔"

وہ اندر چلا گیا... اور جلد ہی ایک بھاری بھرکم آدمی کے ساتھ باہر آیا... بھاری بھرکم آدمی کے چہرے پر بہت غصہ دکھائی دیا:

"میں نے سنا ہے، آپ اس کوٹھی کی تلاشی لینا چاہتے ہیں... یعنی سرفراز شاہ کی کوٹھی کی۔" اس نے تلملائے ہوئے انداز میں کہا۔

"ہاں! جناب... بات ہے تو یہی۔"

"منہ دھو رکھیے۔" اس نے جل کر کہا۔

"غسل کر چکے ہیں تو منہ دھو رکھنے کی کیا ضرورت ہے۔"

فاروق مسکرایا۔

"کیا آپ کے پاس تلاشی کے وارنٹ ہیں؟"

"نہیں..." انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

"تب پھر آپ تلاشی کس طرح لے سکتے ہیں؟"

"میرا خیال ہے کہ میں تلاشی لے سکتا ہوں۔"

"لے کر دکھا دیں۔" اس نے جھنجلا کر کہا اور اندر کی طرف مڑ گیا... دروازہ اندر سے بند کر لیا گیا...

فاروق نے پھر گھنٹی کے بٹن پر انگلی رکھ دی...

دروازہ پھر کھلا اور مینجر نے چلّا کر کہا:

"آخر آپ لوگ چاہتے کیا ہیں۔"

"تلاشی لینا۔" فاروق بولا۔

"تو پھر جائیے... تلاشی کے وارنٹ لے آئیے۔"

"وارنٹ آ گئے۔"

"کیا کہا... وارنٹ آ گئے... ابھی تو آپ کہہ رہے تھے، وارنٹ نہیں ہیں۔"

"ہاں! اور اب کہہ رہا ہوں... وارنٹ آ گئے ہیں۔"

"پتا نہیں... کیا کہنا چاہتے ہیں۔"

"یہ دیکھ لیجیے... اگر آپ پڑھے لکھے ہیں۔" انسپکٹر جمشید نے اپنا خصوصی اجازت نامہ دکھایا... اجازت نامہ پڑھ کر اس کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں... پھر اس نے کہا:

"اب میں کیا کہہ سکتا ہوں۔"

"ہم کیا کہہ سکتے ہیں کہ آپ کچھ کہہ سکتے ہیں۔" فاروق نے منہ بنایا۔

آخر انھوں نے تلاشی شروع کی... عورتوں کے کمروں کی تلاشی فرزانہ نے لی... ایک گھنٹے کی کوشش کے بعد انھوں نے بہت کچھ حاصل کر لیا... یہ ثبوت تک حاصل کر لیا کہ سرفراز شاہ دراصل شارجستان کا ایجنٹ ہے،

اور اس کے لیے یہاں جاسوسی کرتا ہے... یہ واقعی بھیانک بات تھی... اس کے تعلقات تمام بڑے بڑے آفیسرز سے تھے... وزیروں تک سے تعلقات تھے... ان حالات میں وہ کیا معلومات نہیں حاصل کرتا رہا ہو گا...

"اللہ اپنا رحم فرمائے... آستین کے یہ سانپ نہ جانے ملک سے کب ختم ہوں گے۔" فرزانہ بولی۔

"اب مشکل یہ ہے کہ... گھر کے افراد اسے اس ساری کارروائی کی اطلاع کر دیں گے، اور وہ فرار ہو جائے گا، مزے داری تب ہے... جب یہ اطلاع نہ کر سکیں... اور یہ کام اکرام تم کرو گے۔"

"ٹھیک ہے سر... میں کر لوں گا... یہاں سادہ لباس والی خواتین مقرر کرتا ہوں... فون کے تار کاٹ دیتا ہوں، اور محل کے چاروں طرف سادہ لباس والے نگرانی کریں گے... گھر والوں کو ضروریات کی چیزیں ہم خود لا کر دیں گے... گویا ساری کوٹھی زیر نگرانی رہے گی۔"

"ٹھیک ہے... یہی کرنا ہو گا... تو پھر تم اس کوٹھی کو سنبھالو... ہم ذرا ایٹمی پلانٹ تک ہو آئیں... کیا خیال ہے۔" انھوں نے کہا۔

"بہت بہتر۔" اکرام نے کہا۔

"اور اس دوران یہ معلوم کرنے کی کوشش بھی کی جائے کہ سرفراز شاہ کہاں ہے... ارے ہاں... میرا خیال ہے... فون کے تار کاٹنا مناسب نہیں ہو گا... ہو سکتا ہے... وہ فون کے ذریعے گھر والوں سے رابطہ کرے... اس طرح ہمیں معلوم ہو جائے گا کہ وہ کہاں ہے۔"

"ٹھیک ہے... میرا ایک آدمی ہر وقت فون پر ڈیوٹی دے گا۔"

اور وہ ایٹمی پلانٹ کی طرف روانہ ہو گئے...

آخری بات

"کیا ہم اندر آ سکتے ہیں جناب۔" خیمے کے باہر سے آواز سنائی دی۔

اندر بیٹھے ہوئے کرنل اور محمود چونک، اٹھے:

"میرے ابا جان آ گئے۔" محمود اچھل کر کھڑا ہو گیا... دونوں جلدی سے باہر نکلے... گرم جوشی سے ہاتھ ملائے گئے...

"ہم آپ کا بہت بے چینی سے انتظار کر رہے تھے۔"

"کیوں! یہاں سب خیریت تو ہے۔"

"جی ہاں! بالکل خیریت ہے۔"

"کسی نے ایٹمی پلانٹ کی حدود سے باہر جانے کے لیے بہت زیادہ بے چینی کا اظہار تو نہیں کیا۔"

"نہیں۔"

"حیرت ہے... جس کے پاس یورینیم ہے... وہ اس قدر

اطمینان سے کس طرح بیٹھا رہ سکتا ہے۔"

"آپ وہاں کیا معلوم کر کے آئے ہیں؟"

"میں ایک ہی بار بتاؤں گا۔" وہ بولے۔

"اوہ... اچھا۔"

"سب سے پہلے پروفیسر نعمان اختیاری صاحب سے ملنا پسند کروں گا۔"

"آئیے چلتے ہیں... وہ اپنی رہائش گاہ پر ہیں۔"

"ٹھیک ہے... وہیں سہی۔"

وہ اسی وقت اٹھ کھڑے ہوئے... کرنل بھی ساتھ چلے...

"انکل حضرات آپ بھی آئے ہیں؟"

"کیا کریں بھئی... ہم تو آپ لوگوں کے ساتھ آئے بغیر اب رہ ہی نہیں سکتے... یہ سراغ رسانی تو ہماری زندگیوں کا بھی لازمی جزو بنتی جا رہی ہے... شاید مجھے اب سائنس دانی چھوڑنا پڑے گی اور خان رحمان کو... ہائیں خان رحمان... تم کیا چیز چھوڑو گے۔" پروفیسر داؤد نے حیران ہو کر کہا۔

"واقعی... میرے پاس تو چھوڑنے کے لیے کچھ بھی نہیں ہے... کیوں کہ زمینوں پر میں خود کام نہیں کرتا اور سونے کی کانوں پر بھی ملازم ہی لگے ہوئے ہیں۔"

"دھت تیرے کی... سنا جمشید... ان حضرت کے پاس

چھوڑنے کے لیے کچھ بھی نہیں ہے۔"

"یہ... یہ تو واقعی الجھن والی بات ہے۔" انسپکٹر جمشید نے پریشان ہو کر کہا اور وہ مسکرانے لگے۔

آخر وہ پروفیسر نعمان اختیاری کے دروازے پر پہنچ گئے، محمود نے آگے بڑھ کر دستک دی...

"ٹھک... کون؟"

"یہ میں ہوں پروفیسر صاحب... اور میرے ساتھ کچھ اور لوگ بھی ہیں۔"

"ایک منٹ... میں ابھی دروازہ کھولتا ہوں..." اندر سے پروفیسر نعمان کی آواز سنائی دی۔

پھر دروازہ کھلا... اور پروفیسر نعمان اختیاری کی شکل دکھائی دی...

"آپ... آپ۔" اس کے منہ سے نکلا۔

"بلکہ اس بار ہمارے ساتھ ہمارے والد صاحب بھی ہیں۔"

"آپ کا مطلب ہے... انسپکٹر جمشید... آئیے آئیے جناب... آپ کہاں غائب تھے۔"

"میں ایک اور طرف مصروف تھا... فارغ ہوتے ہی ادھر آگیا..."

"آپ نے بہت اچھا کیا... میرا خیال ہے... اب یہ [illegible]

ضرور تلاش کر لیا جائے گا۔"

"اِن شاءَ اللہ! آپ فکر نہ کریں... پہلے میں حالات کا جائزہ لے لوں۔" انسپکٹر جمشید بولے۔

"ضرور... ضرور... کیوں نہیں۔" انھوں نے خوش ہو کر کہا۔

پروفیسر صاحب کو ساتھ لے کر وہ پلانٹ میں داخل ہوئے۔ کرنل بھی ساتھ ساتھ تھے... سب سے پہلے یورینیم والی سیف کو دیکھا گیا... پھر پورے شعبے کا جائزہ لیا گیا... عمارت کو بھی دیکھا گیا... طریقہ کار کے بارے میں بھی انسپکٹر جمشید نے سوالات کیے... آخر انھوں نے کہا:

"آپ کی تمام تر باتوں کے بعد تو ایک ہی نتیجہ نکلتا ہے، اور وہ یہ کہ صرف پروفیسر نعمان اختیاری صاحب اور دو دوسرے انچارجوں کے علاوہ کوئی اور تو تلاشی کے بغیر باہر جا ہی نہیں سکتا... تب پھر... یورینیم بھی ان تینوں میں سے ہی کوئی لے جا سکتا ہے۔"

"جی نہیں... ان تینوں پر کسی صورت بھی شک نہیں کیا جا سکتا۔"

"ایک صورت میں شک کیا جا سکتا ہے۔"

"اور وہ کس طرح۔" کرنل صاحب نے حیران ہو کر پوچھا۔

"اس طرح کہ اصلی کی جگہ نقلی بھی تو ہو سکتا ہے۔"

"جی... کیا مطلب؟"

"بالکل سامنے کی بات ہے... کیا یہاں نقلی تیمور تبانی نہیں آ چکا۔"

"ہاں! ایسا ہو چکا ہے... لیکن وہ کر تو کچھ بھی نہیں سکا۔"

"تب پھر ایسا کیوں نہیں ہو سکتا کہ اصل انچارج کی جگہ کوئی نقلی انچارج لے لے... اب یہاں کے نگران تو انھیں اصلی ہی سمجھتے رہیں گے... اور وہ اپنا کام کر کے چلتا بنے گا۔"

"لیکن یہاں تو تینوں انچارج موجود ہیں۔"

"ابھی انھیں یورینیم لے کر نکل جانے کا موقع نہیں مل سکا..."

"میرا خیال ہے... آپ کا اندازہ ٹھیک نہیں۔" پروفیسر صاحب بولے۔

"کیوں جناب... کیا تیمور تمبانی کی جگہ نقلی تیمور نے نہیں لے لی تھی۔"

"ہاں! لے لی تھی... لیکن اسے تو دارالحکومت جانے کا موقع مل گیا تھا... اسے نہایت خاموشی سے اغوا کر لیا گیا... جب کہ..." پروفیسر نعمان اختیاری کہتے کہتے رک گئے۔

"جب کہ کیا..." انسپکٹر جمشید بول اٹھے۔

"میں بھول میں یہ کہنے لگا تھا کہ ہم تینوں تو یہیں رہے ہیں، لیکن پھر مجھے یاد آیا کہ کم از کم مجھے تو دارالحکومت تک جانا پڑا تھا... اُن لوگوں کے بلانے پر۔"

"ہاں! یہی تو مشکل ہے... خیر ان دونوں انچارجوں سے بھی پوچھ لینا چاہیے۔"

"پوچھنے کی ضرورت نہیں جناب... اگر وہ باہر جاتے تو یہ بات میرے علم میں ضرور ہوتی۔" کرنل بولے۔

"تب پھر... یورینیم یہاں سے نکال لے جانے کے امکانات صرف اور صرف پروفیسر نعمان اختیاری کے لیے روشن ہیں۔"

"بہت خوب انسپکٹر صاحب... لیکن آپ کو شاید معلوم نہیں کہ میں جب دارالحکومت سے لوٹا تو یورینیم یہاں موجود تھا... آپ کے بچوں نے خود اپنی آنکھوں سے یورینیم کو دیکھا تھا۔"

"بالکل ٹھیک... میں نے یہ کب کہا کہ یورینیم اس سے پہلے اڑایا جا چکا تھا۔"

"تو پھر۔"

"یورینیم بعد میں چرایا گیا، آپ جب دارالحکومت سے لوٹ آئے تھے۔"

"لیکن اس کے بعد میں یہیں رہا ہوں..." انھوں نے کہا۔

"یہ بھی ٹھیک ہے... کیوں نہ ہم ایک تجربہ کر لیں..." انسپکٹر جمشید بولے۔

"تجربہ... کیسا تجربہ۔"

"یہ تجربہ کہ آپ اصلی پروفیسر ہیں یا نقلی۔"

"کیا!!!" وہ چلائے۔

○

چند لمحات سناٹے کے عالم میں گزر گئے... ہر کوئی پتھر کے بت کی مانند انسپکٹر جمشید کی طرف دیکھ رہا تھا... آخر کرنل نے حیرت میں ڈوب کر کہا:

"یہ آپ نے کیا کہا انسپکٹر صاحب۔"

"وہی... جو مجھے کہنا چاہیے تھا۔"

"آپ کیا کہنا چاہتے ہیں۔"

"ایٹمی پلانٹ سے یورینیم چرانا آسان کام نہیں تھا... دشمنوں نے اپنے ایک دو آدمی پلانٹ تک پہنچا تو ضرور دیے ہیں... لیکن وہ اس قابل نہیں کہ یورینیم تک یا پلانٹ کے رازوں تک پہنچ سکیں... دشمن پہلے نمبر پر تو یہ جاننا چاہتا ہے کہ ہم نے ایٹم بم بنا لیا ہے یا نہیں... دوسرے نمبر پر

ہمارا یورینیم اڑا لینا چاہتا ہے تاکہ ہم ایٹم بم بنانے کے قابل نہ رہیں، لیکن جس سطح کے آدمی یہ پلانٹ تک پہنچانے میں کامیاب ہوا... وہ یہ دونوں کام نہیں کر سکے... اب انھوں نے ایک اور خطرناک آدمی کو اس کام کی ذمے داری سونپی، اس نے ایک بہت الجھاؤ دار منصوبہ ترتیب دیا... یہاں موجود اپنے کارندے راجا جوفی کو ہدایات دیں کہ وہ اپنے کچھ ساتھیوں کے ساتھ چھٹی لینے کا پروگرام بنائے اور سب کے ساتھ دارالحکومت آ جائے... چنانچہ ایسا ہی کیا گیا... جب یہ لوگ وہاں پہنچے تو تیمور تلبانی کو اغوا کر لیا گیا... اس کی نقل تیار کی گئی... تیمور سے تمام تر معلومات حاصل کی گئیں تاکہ نقلی تیمور کوئی غلطی نہ کر بیٹھے... نقلی تیمور نے فون پر پروفیسر نعمان اختیاری کو سیف کی چابی کے بارے میں بتایا... چنانچہ اسے فوری طور پر ڈیوٹی پر بلا لیا گیا... ادھر تیمور تلبانی کو ہلاک کر کے اس عمارت میں ڈالا گیا... تاکہ وہاں سے پروفیسر نعمان اختیاری کو فون کیا جا سکے... یہ فون راجا جوفی کو کرنا تھا... راجا جوفی نے فون کیا کہ پروفیسر صاحب فوراً یہاں آ جائیں... ایک قتل کی واردات ہو گئی ہے... پروفیسر صاحب فون سن کر پریشان ہو گئے اور فوری طور پر وہاں سے روانہ ہوئے... اور یہاں پہنچتے ہی انھیں

بھی اغوا کر لیا گیا... اور ان کی جگہ ایک عدد نقلی پروفیسر تیار کیا گیا، واضح رہے کہ مختار ہال میں نقلی پروفیسر ہی آئے تھے... اصلی تو ان کی قید میں تھے... یہاں کے حالات دیکھ کر وہ پھر ایٹمی پلانٹ کی طرف روانہ ہو گئے... کیوں کہ انھوں نے بتایا تھا کہ ایک عدد تیمور تو وہاں بھی موجود ہے... لہٰذا وہ ضرور نقلی ہے... اس اطلاع نے محمود، فاروق اور فرزانہ کو گھبراہٹ میں بتلا کر دیا اور یہ بھی نقلی پروفیسر کے ساتھ روانہ ہو گئے... لیکن انھیں اس وقت یہ بات معلوم نہیں تھی کہ نقلی کے ساتھ سفر کر رہے ہیں... کیوں کہ میک اپ انتہائی مہارت کے ساتھ کیا گیا تھا اور ساتھ اس کے لیے بہت پہلے سے تیاریاں کر لی گئی تھیں... خیر یہ لوگ وہاں پہنچے... وہاں نقلی تیمور غائب تھا... لیکن یورینیم محفوظ تھا... اب ان سب لوگوں کو کیا معلوم تھا کہ دراصل یہ سارا منصوبہ نقلی پروفیسر کو اندر پہنچانے کے لیے ترتیب دیا گیا تھا... نقلی تیمور تو یورینیم اڑا ہی نہیں سکتا تھا...

"یہاں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ نقلی پروفیسر سیف کھولنے کے قابل کس طرح ہو گئے۔"

"اس کے لیے یا تو تشدد کیا گیا... یا ہپناٹزم کا طریقہ استعمال کیا گیا... زیادہ امکان یہ ہے کہ ہپناٹزم کر کے ساری باتیں

معلوم کی گئیں... کیوں کہ پروفیسر نعمان اختیاری جان تو دے سکتے تھے، لیکن راز نہیں بتا سکتے تھے۔"

"تب تو انھوں نے یہ راز معلوم کر لیا ہو گا کہ ہم نے ایٹم بم بنا لیا ہے یا نہیں۔"

"یہ راز نقلی پروفیسر نے تو ضرور معلوم کر لیا ہو گا... لیکن شاید ابھی آگے یہ راز نہیں گیا... کیوں کہ پروفیسر صاحب ابھی فرار نہیں ہو سکے... فرار یہ یورینیم کے ساتھ ہو سکتے تھے... لیکن محمود کا یہ کارنامہ یاد رکھا جائے گا کہ اس نے پروفیسر کو فرار ہونے کا کوئی موقع نہیں دیا... نہ اسے تنہا چھوڑا... ایسا محمود نے پروفیسر صاحب کی حفاظت کے خیال سے کیا یا ان پر شک کر کے... اس کا جواب محمود ہی دے گا..." انسپکٹر جمشید نے یہ کہتے ہوئے محمود کی طرف دیکھا۔

"دراصل میں اس خوف میں مبتلا تھا کہ اگر پروفیسر نعمان اختیاری غداری کر رہے ہیں تو ان کے لیے یورینیم لے اڑنا بہت آسان رہے گا... لہٰذا انھیں تنہا چھوڑا نہ گیا۔"

"اور یہی چیز کام آ گئی۔" انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

"اُف مالک! یہ ہم کیا سُن رہے ہیں..." کرنل نے کانپ کر کہا۔

"اور اب... سب سے اہم سوال... یورینیم کہاں ہے... یہ بھی نقلی پروفیسر صاحب بتائیں گے۔" انسپکٹر جمشید نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

"دوسری بات یہ کہ یہ حضرت ہیں کون۔" فرزانہ بولی۔

"یہ بھی ابھی معلوم ہو جائے گا..." یہ کہہ کر انسپکٹر جمشید نقلی پروفیسر کی طرف متوجہ ہوئے:

"کھیل تو تمھارا ختم ہو چکا ہے مسٹر... اب ذرا یہ بتا دو کہ یورینیم کہاں ہے؟"

"میں نہیں جانتا۔" اس نے جل بھن کر کہا۔

"کیا تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ یورینیم تم نے نہیں اڑایا اور تم اصل پروفیسر نعمان ہو۔"

"ہاں!" اس نے کہا۔

"تب پھر پہلے ہم تمھارا اصل چہرہ تمھیں دکھائیں گے۔"

یہ کہہ کر انسپکٹر جمشید آگے بڑھے... ساتھ ہی اس کا مکا ان کی ٹھوڑی کی طرف آیا... ان کا سر ایک دم پیچھے ہٹ گیا... اور سیدھے ہوتے ہوئے انھوں نے بائیں ہاتھ کا مکا اس کے منہ پر مارا... مکا ٹھوڑی پر لگا... وہ الٹ کر گرا... لیکن گرتے ہی اٹھا اور دائیں پیر کی ٹھوکر ان کی پنڈلی کی ہڈی پر دے ماری... انسپکٹر جمشید فوراً

دوسری طرف گھوم گئے اور اس طرح انھوں نے پنڈلی کی ہڈی کو صاف بچا لیا.. تاہم گوشت پر چوٹ کھائی... لیکن سیدھا ہوتے ہوئے اس نے ایسا تاک کر مکا مارا کہ اس کی ناک پچک گئی... اور خون تیزی سے بہنے لگا... وہ سر پکڑ کر بیٹھ گیا... انسپکٹر جمشید نے اسے بالوں سے پکڑ لیا اور پھر اس کا چہرہ ٹٹولا... لیکن میک اپ کے آثار نظر نہ آئے...

"محمود... میرے بیگ میں سے میک اپ زائل کرنے والی بوتلیں نکالو۔"

بوتلوں سے محلول اس کے چہرے پر لگائے گئے.. تب کہیں جا کر میک اپ کی تہیں اترنے لگیں... اور پھر وہ سبھی اچھل پڑے... ان کے سامنے رانا سرفراز شاہ لمبی لمبی سانسیں لے رہا تھا...

"بہت خوب! تو یہ کام تم خود کرنے نکلے تھے۔"

"ہاں! نکلا تھا... یورینیم اب تمھارے ہاتھ نہیں لگے گا۔"

"اور پروفیسر؟" فرزانہ بولی۔

"وہ امداد باچہ کی کوٹھی میں ہی قید ہے۔"

"اوہ۔" ان کے منہ سے نکلا۔

یہ ان کی بڑی غلطی تھی کہ امداد باچہ کی کوٹھی سے صرف اسے گرفتار کیا اور پوری طرح تلاشی نہ لی... خیر... یہ کام انھیں اب جا کر کرنا تھا...

"اب مسئلہ صرف یورینیم کا رہ گیا۔"

"ہاں! یورینیم اب کہاں سے تلاش کریں۔"

"یہ حضرت خود بتائیں گے... تم فکر نہ کرو۔" انسپکٹر جمشید بولے۔

"نہیں بتاؤں گا۔"

"تم بتاؤ یا نہ بتاؤ... میں جانتا ہوں... یورینیم کہاں ہے۔" انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

"کہاں ہے۔" اس نے چونک کر کہا۔

"ہسپتال کے کمرے میں۔"

"کیا!!!" اس کے منہ سے چیخ کے انداز میں نکلا۔

"کیا واقعی۔"

"ہاں! یہ حضرت بیمار اسی لیے ہوئے تھے... آؤ ہم ہسپتال کے کمرے سے یورینیم نکال لائیں... ان کا پروگرام یہ تھا کہ جونہی موقع ملا، ہسپتال سے نکال لے جائیں گے... اگر محمود کی عقل آڑے نہ آتی تو اس وقت ہم پورے ملک میں اسے اور یورینیم کی تلاش کر رہے ہوتے... اور شاید نہ کر پاتے..."

وہ اسی وقت ہسپتال پہنچے... کمرے کی تلاشی لی گئی،

اور پھر چھت سے لٹکے ہوئے فانوس کے اندر سے یورینیم مل گیا... اس کو دیکھ کر انھوں نے اطمینان کا سانس لیا۔

وہ اسی وقت دارالحکومت روانہ ہو گئے...

"یہ بات سمجھ میں نہیں آئی کہ اقرار خوباں نے قاضی کو کب سے ملاقات والی غلط بیانی کیوں کی تھی..." ایسے میں فرزانہ بولی۔

"اسے دراصل جوا کھیلنے کی عادت ہے... جوا کھیلنے چلا گیا تھا... سچ بتاتے ہوئے ہچکچایا... اور یہ کہ بیٹا کہ دوست سے ملنے گیا ہے... میں نے اکرام کے ذریعے سب معلومات حاصل کر لی تھیں۔"

"چلیے یہ بات بھی صاف ہو گئی۔" محمود مسکرایا۔

"گویا اب کوئی بات صاف ہونے کے لیے نہیں بچی..." فاروق نے فوراً کہا۔

"اس مرتبہ تو میرا خیال ہے کہ سہرے کا جھگڑا ہی نہیں رہا... پہلے ہی فیصلہ ہو گیا کہ سہرا محمود کے سر رہے گا..." فرزانہ مسکرائی۔

"دھت تیرے کی..." فاروق نے جھلا کر محمود کی ران پر ہاتھ مارا۔

"یہ کیا... یہ ران میری ہے۔" محمود نے تلملا کر کہا۔

"تو کیا ہوا... تکیہ کلام بھی تو تمھارا ہے۔" فاروق نے فوراً کہا۔

"اگر یہ بات ہے تو آج سے یہ تکیہ کلام تمھارا... اب بولو اور مارو اپنی ران پر ہاتھ۔" محمود نے ہنس کر کہا۔

"ارے باپ رے۔" فاروق نے بوکھلا کر کہا۔

"اے... خبردار... جو میرے تکیہ کلام پر ہاتھ صاف کیا۔"

"معلوم ہوتا ہے... آج تکیہ کلاموں پر ہاتھ صاف کرنے کا دن ہے۔" انسپکٹر جمشید نے گھبرا کر کہا اور وہ مسکرانے لگے۔